بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعیین افراد مباہلہ

یا

تعارف اہل بیت پیغمبر

تالیف

سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر

ادارہ نشر واشاعت حقائق الاسلام

نزد ڈاکخانہ محلہ لاہوری گیٹ چنیوٹ ضلع جھنگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعیین افراد مباہلہ

یا

تعارف اہل بیت پیغمبر

تالیف

سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر

ادارہ نشر واشاعت حقائق الاسلام

نزد ڈاکخانہ محلّہ لاہوری گیٹ چنیوٹ ضلع جھنگ

نام کتاب۔ تعین افراد مباہلہ یا تعارف اہل بیت پیغمبر

نام مولف۔ سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر۔ ادارہ نشر واشاعت حقائق الاسلام
نزد ڈاکخانہ لاہوری گیٹ چنیوٹ

کمپوزنگ۔ سید علی عمران کاظمی

مطبع۔ معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور

تعداد۔ 1000

طبع۔ اول 2006ء

نمبر شمار	فہرست عنوانات	صفحہ

پیش لفظ

واقعہ مباہلہ ایک ایسا عظیم الشان واقعہ ہے جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو نصارائے نجران کے مقابلہ میں فتح عظیم حاصل ہوئی۔

چونکہ آیہ مباہلہ قرآن کریم کی ایسی آیت ہے جو فی الحقیقت اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآل کا تعین کرنے والی ہے۔ لہذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس مختصر سے کتابچہ میں اس آیت کو توضیح وتشریح کے ساتھ احادیث وروایات میں جو کچھ واقعہ مباہلہ کے بارے میں وارد ہوا ہے اسے اپنے قارئین کے مطالعہ کے لئے پیش کروں

گر قبول افتد زہے عز وشرف

وما علینا الا البلاغ

آیت مباہلہ اوراس کا ترجمہ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین و آلہ الطیبین الطاھرین المعصومین اما بعدفقد قال الحکیم فی کتابہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم .فمن حاجک فیہ من بعد ماجآء ک من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین. (آل عمران۔ 61)

ترجمہ: (اے رسول) پھر جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا ہے اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی یعنی عیسائی) عیسیٰ کے بارے میں حجت کرے اور جھگڑے تو تم اعلان کر دو کہ (اچھا میدان میں) آؤ۔ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی جانوں کو بلائیں تو اپنی جانوں کو بلاؤ۔ اس کے بعد ہم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں بد دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

تمہید

فتح مکہ کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اطراف وجوانب میں دعوت اسلام دینے کے لئے خطوط بھیجے۔ جنکا ایک ہی مضمون تھا کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ لہذا تم اس کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ ان خطوط میں سے ایک خط نصارائے نجران کے نام بھی تھا۔ جس میں نصاریٰ کو توحید پر اور اپنی رسالت پر

ایمان لانے کی دعوت دی گئی تھی۔

نصارائے نجران کا سب سے بڑے گرجا میں جمع ہو کر مشورہ کرنا

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہ خط نصارائے نجران کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس خط پر غور کرنے کے لئے بڑے بڑے عیسائی زعماء اور سر کردہ افراد کو نجران کے سب سے بڑے گرجا میں جمع کیا اور ان سب کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے خط کے مضمون سے آگاہ کیا۔ اور انھیں اس کے لئے رائے دینے کی دعوت دی۔

خط کا مضمون سن کر بہت سے لوگوں نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ مثلاً کسی نے کہا ہمیں خط کا کوئی جواب نہیں دینا چاہیے۔ کسی نے کہا کہ جواب تو دینا چاہئے لیکن لکھ دینا چاہیے کہ ہم نہیں مانتے۔ جہیز ابن سراقہ نے جو رائے دی اسے حیات القلوب میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں اس وقت محمدؐ کے پاس جا کر ایمان لے آنا چاہیے۔ اور پھر تمام عیسائی حکمرانوں سے سازش کرکے ان کو مکہ پر حملہ آور ہونے کی دعوت دینی چاہیے۔ اس طرح وہ مغلوب ہو جائینگے اور تم اہل عالم میں بڑے مانے جاؤ گے۔

جہیز ابن سراقہ کی یہ رائے سب کو پسند آئی اور یہی طے پایا کہ اس پر عمل کیا جائے وہ سب منتشر ہونا ہی چاہتے تھے کہ ایک شخص جس کا نام حارثہ بن آثال تھا کھڑا ہو گیا وہ بھی عیسائی تھا اس نے جہیز بن سراقہ کی طرف رخ کرکے مثال کے طور پر چند شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ کب تک تو کوشش کرتا رہے گا کہ راہ حق کو باطل سے روکے۔ حالانکہ حق چھپا نہیں رہتا اگر تو حق کے ساتھ چاہتا ہے کہ پہاڑوں کو راہ پر لگا دے تو کر سکتا ہے اور جب گھر میں دروازہ سے نہیں آئے گا تو بھٹکتا پھریگا اور جب دروازے سے آئیگا تو گھر کے اندر داخل ہو سکتا ہے۔

پھر وہ سید و عاقب اور علماء اور تمام نصاریٰ کی طرف رخ کرکے بولا سنو اور سمجھو اے علم و حکمت کے وارثو اور حجت و برھان کے قائم کرنے والوں خدا کی قسم سعادت مند وہ ہے جو نصیحت سے اور حق سے انحراف نہ کرے۔ بیشک میں تمہیں خدا سے ڈراتا ہوں اور حضرت عیسیٰ کی وصیت یاد دلاتا ہوں پھر جناب عیسےٰ کی وصیت بیان کرنے کے بعد اس نے کہا کہ حق تعالیٰ نے جناب عیسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ اے میری کنیز کے فرزند میری کتاب پر اپنی تمام قوت و طاقت سے عمل کرو اور اہل سوریا سے اس کی تفسیر ان کی زبان میں بیان کرو اور ان کو جتلا دو کہ میں خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے میں ہوں ہمیشہ سے زندہ کہ کبھی نہ مرونگا اپنی ذات سے قائم ہوں، میں ہی وہ خدا ہوں کہ تمام عالمین کو عدم سے میں نے بغیر کسی اصل و مادہ کے پیدا کیا ہے، میں ہوں ہمیشہ باقی رہنے والا کہ زوال نہیں رکھتا اور ایک حال سے دوسرے حال پر منتقل نہیں ہوتا، بیشک میں نے اپنے رسولوں کو بھیجا، اور اپنی رحمت سے ہدایت خلق کے لئے کتابیں نازل کیں، تا کہ ان کو گمراہی سے بچاؤں۔ پھر یقیناً پیغمبروں میں سے سب سے ذی عزت احمد کو بھیجوں گا۔ جس کا میں نے تمام خلائق میں انتخاب کیا ہے۔ جو میرا بندہ ہے اور دوست ہے اس کو اس وقت بھیجوں گا جبکہ دنیا ھادی سے خالی ہوگی۔ اور اس کو اس کے محل ولادت کوہ فاران سے مبعوث کروں گا جو کہ مکہ معظمہ میں ہے اور اس کے پدر ابراہیم کا مقام ہے اور ایک نور اس کے لئے بھیجوں گا۔ جس سے نابینا آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور نادان دلوں کو روشنی حاصل ہوگی۔ کیا کہنا ہے اس کی خوش نصیبی کا جو اس کے زمانہ میں ہو اور اس کی باتوں کو سنے اس پر ایمان لائے اور اسکی شریعت اور کتاب کی پیروی کرے۔ تو اے عیسیٰ جب اس پیغمبر کو یاد کرو تو اس پر صلوات بھیجو، کیونکہ میں اور میرے تمام فرشتے اس پر صلوات بھیجتے ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جب حارثہ بن آثال کا کلام یہاں تک پہنچا تو سید اور عاقب کی نگاہوں میں دنیا تاریک ہوگئی

کیونکہ وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ جناب عیسیٰ کی یہ وصیت اس مجمع میں بیان کی جائے''

حیات القلوب جلد دوم ص 763,762

نصارائے نجران کی مدینہ کو روانگی

جب سب لوگوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اوصاف جو خدا نے جناب عیسیٰ سے بیان فرمائے تھے اور آپ کی تعریفیں اور آپ کی امت کی بادشاہی کا تذکرہ اور آپ کے اہل بیت اور ذریت کے حالات پڑھے، سید و عاقب پشیمان اور شرمندہ ہوئے اور بحث ختم ہوئی۔ راوی کہتا ہے کہ چونکہ مناظرہ میں حارث سید و عاقب پر کتاب جامعہ اور پیغمبروں کے صحیفوں کے سبب سے غالب آیا۔ جوان دونوں نے ان میں دیکھا اور ان کی کتابوں میں تحریف کی کوشش جو دل میں رکھتے تھے پوری نہ ہوئی اور ممکن نہ ہوسکا کہ کوئی تاویل کریں اور عوام کو فریب دیں۔ لہذا بحث و مباحثہ سے باز آئے اور سمجھے کہ راہ حق سے منحرف ہوگئے او اپنی تدبیر و فریب میں غلطی کی تو دونوں اپنے اپنے گرجے میں نہایت افسوس اور پشیمانی کے ساتھ چلے گئے تاکہ اپنے لئے کوئی تدبیر سوچیں۔ مگر نصارائے نجران سب کے سب ان کے پاس گئے اور کہا تمہاری رائے اب کیا قرار پائی اور دین کونسا صحیح سمجھا؟

ان دونوں نے کہا کہ ہم اپنے دین سے نہیں پھریں گے اور تم بھی اپنے دین پر قائم رہو۔ جب تک کہ دین محمد کی حقیقت ظاہر نہ ہو۔ اب ہم پیغمبر قریش کے پاس جاتے ہیں دیکھیں گے کہ کیا لائے ہیں اور ہم کو کس امر کی طرف بلاتے ہیں، راوی کہتا ہے کہ جب سید و عاقب نے ارادہ کیا کہ آنحضرت کی خدمت میں مدینہ منورہ جائیں ان کے ساتھ نجران کے چودہ (14) سر برآوردہ شخص اور ستر (70) اشخاص سرداروں میں سے بنی حارث بن کعب سے روانہ ہوئے۔

حیات القلوب جلد دوم ص 780

نصارائے نجران کا مدینہ میں ورود اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہونا

جب وہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچے سید و عاقب نے چاہا کہ اپنی زینت و شوکت مع اپنی جماعت کے مسلمانوں کی نظروں میں ظاہر کریں، لہذا اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اپنی سواریوں سے اترو اور سفر کے لباس اتار دو نہاؤ دھوؤ پھر چلو۔ وہ لوگ وہیں ٹھہرے اور نہایت قیمتی لباس یمنی ریشم کے زیب جسم کئے اور مشک سے اپنے کو معطر کیا اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے نیزوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور نہایت ترتیب اور ضابطہ کے ساتھ روانہ ہوئے''

حیات القلوب جلد دوم ص 781

وہ لوگ نماز عصر کے وقت مدینہ میں پہنچے ریشمی لباس اور نفیس کپڑے پہنے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اہل عرب میں کوئی ایسی آراستگی کے ساتھ نہ آیا تھا۔ اور سلام کیا۔ آپ نے اس کا جواب نہ دیا اور نہ ان سے گفتگو کی۔ وہ وہاں سے عثمان اور عبدالرحمن بن عوف کے پاس آئے اس لئے کہ ان سے پہلے سے ملاقات تھی اور کہا کہ تمہارے پیغمبر نے ہم کو خط لکھا ہم نے ان کی خواہش منظور کی اور آئے اب وہ ہمارے سلام کا جواب نہیں دیتے اور نہ ہم سے کلام کرتے ہیں۔ وہ ان کو امیر المومنین کے پاس لائے اور اس بارے میں حضرت سے مشورہ کیا، جناب امیر نے فرمایا کہ یہ ریشمی کپڑے اور سونے کی انگوٹھی اتار دو اور معمولی لباس میں حضرت کے پاس جاؤ۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا۔ آنحضرت نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جب یہ لوگ پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تو ان کے ساتھ شیطان بھی تھا۔ اس وجہ سے میں نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

(حیات القلوب جلد دوم ص 753، 754)

مزاج شناس رسول

جیسا کہ معلوم ہے یہ واقعہ ذی الحجہ 9ھ کا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو تبلیغ کرتے ہوئے تقریباً 22 سال گزر چکے تھے اور اب ایک یا سوا ایک سال آپ کی حیات میں باقی رہ گیا تھا۔

نصاریٰ صاحب خلق عظیم پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نہ سلام کا جواب ملا نہ آنحضرت نے ان سے کلام کیا تو وہ ان سے منہ پھیر لیا۔ لہٰذا انہوں نے بزرگ اصحاب پیغمبر سے گلہ کر ان سے ذکر کیا کہ تمہارے پیغمبر نے ہمیں خط لکھا تھا ہم آئے تو انہوں نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا۔ یقیناً اگر یہ بزرگ اصحاب پیغمبر کے مزاج شناس ہو گئے ہوتے تو وہ خود ہی ان سے کہتے۔ لیکن چونکہ ان کے کچھ سمجھ میں نہیں آیا لہٰذا وہ ان کو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں لے گئے اس سے ثابت ہوا کہ وہ بھی جانتے تھے کہ حضرت علی ہی اس عقدہ کا حل اور اس بات کا سبب بتلا سکتے ہیں چنانچہ وہ ان کو لے کر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس گئے اور صورت حال ان سے بیان کی تو حضرت علی نے فرمایا کہ کیا تم اسی لباس میں گئے تھے انہوں نے کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا کہ اس سے تو تمہارا مقصد رعب ڈالنا تھا اور تکبر کا اظہار کرنا تھا۔ لہٰذا اس کا تو یہی جواب ہو سکتا ہے کہ ہمیں تمہارے تکبر کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اب تم اسی سادہ لباس میں جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے ملاقات کرو۔

چنانچہ وہ حضرت علی کی ہدایت کے مطابق اسی سادہ لباس میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو آنحضرت نے سلام کا جواب بھی دیا اور ان کا استقبال بھی کیا اور انہیں مسجد میں ہی ٹھہرایا اس سے ظاہر ہوا کہ اس 22 سال کے عرصے

میں بزرگ اصحاب پیغمبر میں سے بھی کوئی اب تک مزاج شناس رسول نہ ہوا تھا سوائے حضرت علی کے اگر وہ بھی مزاج شناس رسول ہو گئے ہوتے تو جو جواب حضرت علی نے دیا وہ پہلے ہی وہ جواب دے دیتے۔

نصارائے نجران کا پیغمبر کے ساتھ مناظرہ

جیسا کہ سابق میں بیان ہوا نصارائے نجران کے چودہ (14) سربرآوردہ اشخاص اور ستر اشخاص بنی حارث بن کعب کے سرداروں میں سے آئے تھے۔ یہ کل 84 آدمی مسجد نبوی میں ٹھہرے۔ لہٰذا مدینہ کے سربرآوردہ مہاجر و انصار اصحاب پیغمبر بھی مناظرہ کے وقت موجود رہے جو تعداد میں نصاریٰ سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتے۔ نصارائے نجران تین روز تک اسی طرح مسجد نبوی میں قیام پذیر رہے اور حضرت نے ان کو دعوت اسلام نہ دی اور انہوں نے بھی آنحضرتؐ سے کچھ نہ پوچھا۔ آنحضرت نے ان کو تین روز تک مہلت دی تاکہ وہ حضرت کے طور طریقے اور اوصاف و سیرت جو کتابوں میں دیکھے تھے مشاہدہ کریں۔ تین روز کے بعد حضرت نے ان کو دعوت اسلام دی۔ انہوں نے کہا کہ اس پیغمبر کے وہ تمام اوصاف جو حضرت عیسیٰ کے بعد ہوگا ہم نے خدا کی کتابوں میں دیکھے ہیں۔ وہ سب ہم کو آپ کی ذات میں نظر آتے ہیں سوائے ایک صفت کے جو سب سے اہم صفت ہے اور اس کی دلالت اس کے حق ہونے پر سب سے زیادہ ہے، وہ آپ میں ہم نہیں پاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ کونسی صفت ہے۔ انہوں نے کہا، ہم نے انجیل میں دیکھا ہے جو پیغمبر مسیح کے بعد آئیگا اس کی تصدیق کریگا مگر آپ ان کو دروغ گو سمجھتے ہیں اور گمان رکھتے ہیں کہ وہ بندہ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ان کا جھگڑا اور ان کی تکرار حضورؐ کے ساتھ جناب عیسیٰ کے سوا اور کسی امر میں نہ تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم کہتے ہو بلکہ میں تو عیسیٰ کی

نبوت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان پر اعتقاد رکھتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کی جانب سے پیغمبر مبعوث ہیں اور خداوند تعالیٰ کے بندہ ہیں ۔ وہ اپنے نفع نقصان اور اپنی موت و حیات پر قادر نہیں ہیں اور نہ اپنی وفات کے بعد مبعوث ہونے کا ان کو خود اختیار ہے۔ بلکہ یہ سب امور خدا کے اختیار میں ہیں ۔ انہوں نے کہا کیا بندے وہ تمام باتیں کر سکتے ہیں جو انہوں نے کیں یا کسی نے وہ باتیں ظاہر کیں جو انہوں نے اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر کیں۔ کیا وہ مردوں کو زندہ نہیں کرتے تھے اور مبروص کو شفا نہیں بخشتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہوتا اور جو لوگ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے تھے کیا اس کی اطلاع نہیں دیتے تھے۔ کیا ان باتوں کے طاقت سوائے حق تعالیٰ کے یا اس کے بیٹے کے کسی اور میں ہے ۔ اور بہت سی ایسی بیہودہ اور غلو کی باتیں حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں بیان کیں جس سے خداوند عالم منزہ اور پاک ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا جو کہ تم نے کہا کہ میرے بھائی عیسیٰ مردہ کو زندہ کرتے تھے اور اندھے اور مبروص کو شفا دیتے تھے، اور اپنی قوم کو خبر دیتے تھے جو کچھ ان کے دلوں میں ہوتا تھا، یا اپنے گھروں میں جمع کرتے تھے، سب صحیح اور درست ہے۔ لیکن وہ یہ تمام امور حکم خدا سے انجام دیتے تھے اور خدا کے بندے تھے اور ان کو خدا کی بندگی سے عار نہیں تھا۔ وہ اس کا بندہ ہونے سے سرکشی نہیں کرتے تھے۔ عیسیٰ کے گوشت و خون ورگ و پٹھے تھے ۔ وہ کھانا کھاتے تھے۔ پانی پیتے تھے۔ پاخانہ جاتے تھے اور یہ تمام صفات مخلوقات کے ہیں اور ان کا پروردگار واحد و یکتا ہے، اور حق یہ ہے کہ اس کے مانند کوئی شے نہیں اس کا مثل نہیں۔ انہوں نے کہا ہم کو کسی ایسے شخص کو بتایئے جو بے باپ کے پیدا ہوا۔ حضرت نے فرمایا حضرت آدمؑ کی خلقت حضرت عیسیٰ سے زیادہ عجیب ہے کہ وہ بے باپ ماں کے پیدا ہوئے ۔ اور خدا کے نزدیک کسی کی خلقت کسی کی خلقت سے آسان یا دشوار نہیں ہے ۔ یا اس کی

قدرت اس درجہ اور مرتبہ پر ہے کہ جو کچھ چاہے ایجاد کرے وہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ پھر حضرت نے اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی

" ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون " (آل عمران ۔ 59)

" یعنی عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی سی ہے کہ خدا نے ان کو خاک سے پیدا کیا اور اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گئے۔" انہوں نے کہا عیسیٰ کے بارے میں ہمارا جو اعتقاد ہے ہم اس پر قائم ہیں اس سے ہٹ نہیں سکتے اور آپ کی باتوں کو عیسیٰ کے بارے میں نہیں مانتے۔

(حیات القلوب جلد دوم ص 781,780)

غرض جب مناظرہ کو طول ہوا اور ان لوگوں کی آنحضرت کے ساتھ عداوت میں ترقی ہی ہوتی گئی تو خداوند عالم نے یہ حکم نازل فرمایا:

"فمن حاجک فیه من بعد ما جاء ک من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین۔" (آل عمران ۔ 61)

ترجمہ: اے رسول جو بھی تمہارے ساتھ عیسیٰ کے بارے میں علم دینیہ اور دلائل آجانے کے بعد جو تمہارے پاس آچکے، جھگڑا کرتا ہے تو اس سے کہہ دو کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ اس کے بعد ہم سب خدا کی بارگاہ میں بددعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو طے یہ ہوا کہ دوسرے روز جو 24 ذی الحجہ کا دن تھا مباہلہ کریں گے لہذا نصاریٰ اپنے جائے قیام پر واپس چلے گئے ۔ ابو حارثہ نے اپنے

ہمراہیوں سے کہا کہ دیکھنا اگر کل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی اولاد اور اہل بیت کو لے کر آئیں تو عذاب الٰہی سے ڈرو اور ان سے مباہلہ مت کرو۔ اور اگر اپنے اصحاب اور پیروی کرنے والوں کے ساتھ آئیں تو کچھ پرواہ نہ کرنا اور مباہلہ کرنا" (حیات القلوب جلد دوم ص 754)

دعوت مباہلہ کا حکم خدا نے دیا

واقعہ مباہلہ میں غور کرنے والوں کے لئے بہت سی باتیں قابل غور ہیں۔ اس دعوت مباہلہ سے پہلے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اور نصارائے نجران کے درمیان مناظرہ ہوتا رہا۔ اور اسی میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے بارے میں جواب بھی وحی کے ذریعہ خدا نے ہی دیا کہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے۔ عیسیٰ تو صرف بغیر باپ کے ہی پیدا ہوئے تھے اور آدم علیہ السلام کے نہ تو کوئی باپ تھا اور نہ کوئی ماں تھی۔ لہٰذا وہ خدا جو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کرسکتا ہے وہ بغیر باپ کے بھی پیدا کرسکتا ہے۔ یہ جواب خود خدا نے دیا ہے اگرچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی زبان مبارک سے بیان کروایا گیا ہے۔ ان مثل

عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الخ

یعنی عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے۔

ایسا علم، بینہ اور دلیل کے آجانے کے بعد بھی جب وہ نہ مانے تو مباہلہ کی دعوت کا اعلان بھی خود خدا ہی نے کردیا کہ اگر وہ علم و بینہ و دلیل آجانے کے بعد بھی تم سے جھگڑتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ

"فقل تعالوا ندع ابنآئنا و ابناء کم و نسآء نا و نسآء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل" الخ

"اے رسول تم ان سے کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی

عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر ہم مباہلہ کریں۔

یہ آیت مسجد نبوی میں نصارائے نجران کے پیغمبر کے ساتھ مناظرے کے بعد نازل ہوئی، جہاں پر 84 سربراہان و سرداران نصاریٰ موجود تھے اور مسجد نبوی مدینہ میں تھی، جہاں مدینہ کے بہت سے مہاجر و انصار اور غیر مہاجر و انصار اصحاب رسول بھی مناظرے کا حال دیکھنے کے لئے موجود تھے اور جو کچھ نصارائے نجران سوال کررہے تھے اور جو کچھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ جواب دے رہے تھے اسے وہ سب سن رہے تھے اور ازواج پیغمبر کے تمام حجرے بھی مسجد نبوی کے ساتھ ہی تھے۔

لہٰذا پیغمبر کی طرف سے یہ اعلان مباہلہ یا دعوت مباہلہ جو خدا کے حکم سے نازل ہوا تھا تمام اصحاب و ازواج نے سنا تھا اور اس اعلان مباہلہ اور دعوت مباہلہ کے الفاظ بھی خدا کے ہی تھے۔ یعنی یہ حکم کلام الٰہی کی صورت میں نازل ہوا تھا جسے پیغمبر لکھواتے بھی تھے۔ پڑھاتے بھی تھے، تلاوت بھی کرتے تھے اور تعلیم بھی دیتے تھے۔ لہٰذا اس بات کا سب کو علم تھا کہ مباہلہ ہونا ٹھہر گیا ہے اور اس میں پیغمبر نے خدا کے حکم سے ابناءنا کو بیجاتا ہے اور نساءنا کو لے جاتا ہے اور انفسنا کو لے جاتا ہے۔ اور یہ بات سب جانتے تھے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا کوئی صلبی بیٹا نہیں ہے۔ اور بعض احادیث و روایات میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے یہ روایت صحیح سند کے ساتھ روایت ہوئی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اس امت کے بمنزلہ باپ کے ہیں۔ اور بعض آیات قرآنی کی وضاحت اور تفسیر کے طور پر بھی پیغمبر کے لئے باپ کے الفاظ نازل ہوئے تھے۔ یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی اطاعت و فرمانبرداری اس امت پر اسی طرح فرض ہے جس طرح اولاد پر باپ کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہوتی ہے۔

جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں آیت قرآنی "النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم و ازواجھم امھاتھم" (الاحزاب۔6) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نور اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے آفتاب نبوت پیغمبر علیہ الصلواۃ والسلام ہوئے بنابریں مومن (من حیث مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا پڑے گی اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں "انما انا لکم بمنزلة الوالد" اور ابی بن کعب وغیرہ کی قرأت میں آیت ھذا "النبی اولیٰ بالمومنین" کے ساتھ "ھو اب لھم" کا جملہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹے کے تعلق میں غور و فکر کرو تو اس کا حاصل یہ ہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے وجود سے نکلا اور باپ کی تربیت اور شفقت طبعی اوروں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن نبی اور امتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے۔ یقیناً امتی کا ایمانی اور روحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتو اور ظل ہوتا ہے اور جو شفقت و تربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی۔ لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔

نبی کریم ہماری وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت و تربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کرسکتا۔ اسی لئے پیغمبر کو ہماری جان و مال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا

ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں نبی نائب ہے اللہ کا۔ اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا ہے اور اپنی جان دہکتی ہوئی آگ میں ڈالنا روا نہیں اور اگر نبی حکم دے دے تو فرض ہو جائے، ان حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک باپ بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں" (تفسیر عثمانی ف6 ص 543,542)

جناب مولانا شبیر احمد عثمانی کی اس تفسیر سے ثابت ہے کہ مستند حدیث کی کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو بمنزلہ باپ کے کہا گیا ہے۔ اور یہ جو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ ابی ابن کعب وغیرہ کی قرأت میں آیت "النبی اولیٰ بالمومنین" کے ساتھ "ھو اب لھم" کا جملہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے" لکھا ہے یعنی وہ پیغمبر ان کا باپ ہے تو بعض اصحاب پیغمبر نے اپنے جمع کردہ قرآن میں اصل قرآن کے الفاظ کے ساتھ خدا کی طرف سے جو وضاحت اور تفسیری الفاظ نازل ہوئے تھے وہ بھی لکھ لئے تھے۔ یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی حیات میں جن اصحاب پیغمبر نے قرآن جمع کیا تھا ان میں انہوں نے قرآن کے اصل الفاظ کے ساتھ وہ وضاحتی اور تفسیری الفاظ بھی لکھ لئے تھے۔ اور ابی بن کعب مسلمہ طور پر ان اصحاب پیغمبر میں سے تھے جنہوں نے پیغمبر کی حیات میں سالم قرآن جمع کیا تھا اور ان کے قرآن میں "النبی اولی بالمومنین من انفسھم" کے ساتھ و ھو اب لھم لکھا ہوا تھا۔ جو اصل قرآن تو نہیں تھا البتہ وضاحت اور تفسیر کے طور پر نازل ہوا تھا چنانچہ علامہ شمس الدین ذہبی نے جو اہل سنت کے بہت بڑے عالم و محدث و سیرت نگار ہیں نے اپنی کتاب میں اس بارے میں ایک واقعہ لکھا ہے جو اس طرح ہے کہ "حضرت عمر ابن خطاب ایک نوجوان کے پاس سے گذرے، جو مصحف میں سے دیکھ کر پڑھ رہا تھا النبی اولی

بالمومنین من انفسھم و ازواجه امھاتھم وھو اب لھم (سورہ احزاب آیت 6)

حضرت عمر نے اس نوجوان سے کہا اے لڑکے ان الفاظ "ھو اب لھم" کو مٹا دو،
اس نوجوان نے کہا۔ یہ ابی بن کعب کا مصحف ہے، حضرت عمر فوراً ابی بن کعب کے پاس گئے
اور ان سے ان الفاظ کے بارے میں تفتیش کی تو ابی بن کعب نے کہا: "انه یلھینی القران
ویلھک الصفق بالاسواق" میں تو قرآن پڑھنے اور سیکھنے میں مشغول تھا جبکہ تم
بازاروں میں تالیاں بجانے میں مشغول تھے (ابی بن کعب کی مراد یہ تھی کہ حضرت عمر تجارت
پیشہ آدمی تھے لہذا بازاروں میں اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے بولی دینے اور قیمتیں طے کرنے
میں مشغول رہا کرتے تھے اس لئے انھیں قرآن کا علم نہیں ہے)۔

سیر اعلام النبلاء امام ذہبی جلد 1 ص 397

ترجمہ ابی بن کعب

مذکورہ دونوں بیانات اہل سنت کے بزرگ مفسرین اور سیرت نگاروں کے ہیں
جن سے ثابت ہے کہ قرآن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ حیات ظاہری میں جمع
ہو چکا تھا اور ان میں اصل قرآن کے ساتھ توضیحی و تشریحی و تفسیری بیانات بھی لکھے ہوئے
تھے۔ جو خدا نے ہی ثم علینا بیانه کے مطابق نازل کئے تھے اور ان میں النبی اولیٰ
بالمومنین کے ساتھ تفسیری طور پر "وھو اب لھم" یعنی وہ پیغمبر انکا باپ ہے بھی لکھا ہوا
تھا لہذا امت کے تمام افراد خود کو ابناء کے ذیل میں سمجھ سکتے تھے۔ علی الخصوص تمام مہاجر و
انصار و غیر مہاجر و انصار اصحاب پیغمبر یہ سمجھ سکتے تھے کہ اس سے ہم بھی مراد ہو سکتے ہیں

وہ احادیث جو یہ کہتی ہیں کہ سالم قرآن عہد رسالت میں

جمع ہو چکا تھا

اہل سنت کی مستند ترین کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ یہ احادیث آئی ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ کی زندگی میں ہی سالم قرآن جمع ہو چکا تھا ان میں سے چند ایک یہ ہے :

"و روی قتادہ . سالت انس بن مالک من جمع القران علی عھد النبی .
قال اربعة کلھم من انصار ابی بن کعب . و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و
ابو زید". (صحیح بخاری باب القراء من اصحاب النبی جلد 6 ص 202)

قتادہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ عہد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ
میں سالم قرآن کس نے جمع کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ وہ چار تھے جو کل کے کل انصار سے
تھے۔ ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید۔

صحیح بخاری میں ہی ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے "و روی ذکر
عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن مسعود فقال لا ازال احبه سمعت النبی یقول
خذو القران من اربعة من عبداللہ بن مسعود و سالم و معاذ و ابی بن کعب۔
(صحیح بخاری باب القراء من اصحاب النبی جلد 6 ص 202)

راوی کہتا ہے کہ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا کہ قرآن کو چار
آدمیوں سے حاصل کرو عبداللہ ابن مسعود و سالم و معاذ و ابی بن کعب۔

و روی الطبرانی و ابن عساکر قال جمع القرآن علی عھد رسول اللہ .
ص. ستة من الانصار . ابی بن کعب و زید بن ثابت و معاذ بن جبل و ابو
درداء و سعید ابن عبید و ابو زید۔" (منتخب کنزالعمال جلد 6 ص 52)

"طبرانی و ابن عساکر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ قرآن عہد رسول اللہ میں

چھ اصحاب پیغمبر (ص) نے جمع کر لیا تھا۔ وہ چھ کے چھ انصاری تھے۔ ابی بن کعب و زید بن ثابت و معاذ بن جبل و ابو درداء و سعید بن عبید و ابو زید"

تعجب ہے کہ ان حضرات نے پیغمبر کے سامنے جامعین قرآن میں انصار کا نام تو لکھا ہے جو ہر صورت میں پیغمبر کی بعثت کے تیرہ سال بعد اسلام لائے لیکن اپنے عناد کی وجہ سے حضرت علی کا نام لکھنے سے پہلو تہی کر گئے حالانکہ یہ بات خود اہل سنت کے ہی بزرگ علماء نے لکھی ہے کہ سب سے پہلے جامع قرآن حضرت علی تھے چنانچہ تاریخ الخلفاء میں اس طرح لکھا ہے:

واحد من جمع القرآن فعرضه علی رسول الله صلی الله علیه و آله

(تاریخ الخلفاء ص 117 طبع کانپور)

حضرت علی ان افراد میں سے تھے جنہوں نے قرآن جمع کیا تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے سامنے پیش کیا تھا۔

اور محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں اس طرح لکھا ہے کہ "**ونصیب او از حیائے علم دینیه آن است که جمع کرده قرآن را بحضور آنحضرت صلی الله علیه و آله وسلم و ترتیب داره بود آن را لیکن تقدیر ساعد شیوع آن نشد**"

ترجمہ: حضرت علی کا حصہ علوم دینیہ کے زندہ کرنے میں یہ بھی ہے کہ آپ نے آنحضرت کے سامنے قرآن جمع و مرتب کیا تھا مگر تقدیر نے اس کے شائع ہونے میں مدد نہ کی۔

(ازالۃ الخفا مقصد 2 ص 273 مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

نبی اکرم صلعم کا تعلیم قرآن میں اہتمام

خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ

"هو الذی بعث فی الامین رسولا منهم یتلوا علیهم ایته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمته و ان کانو من قبل لفی ضلل مبین

(الجمعہ۔2)

وہی تو ہے جس نے امیین میں ان میں ہی میں کا ایک رسول (محمدؐ) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور عقل و دانش کی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر چہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ بڑے اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو تعلیم قرآن کا اہتمام فرمایا کرتے تھے چنانچہ عبادہ سے مروی ہے کہ

"روی عباده بن صامت و کان رسول الله یشغل . فاذا قدم رجل مهاجر علی رسول الله دفعه الی رجل منا یعلمه القران"

(مسند امام احمد بن حنبل جلد 5 ص 324)

عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ تعلیم قرآن میں مشغول رہتے تھے پس جب کوئی مہاجر ہجرت کر کے رسول اللہ کے پاس آتا تھا تو آپ اسے ہم میں سے کسی کے پاس بھیج دیتے تا کہ ہم اسے قرآن کریم کی تعلیم دیں۔ اصحاب پیغمبر کا قرآن کی تعلیم اور اسے جمع کرنے کا اتنا شغف تھا کہ عورتیں تک پیچھے نہ تھیں۔ چنانچہ احادیث و روایات میں آیا ہے کہ ام ورقہ بنت عبداللہ نے بھی سالم قرآن جمع کیا تھا اتقان میں اس طرح روایت ہوا ہے کہ

و قد ورد ان بعض النساء جمعت جمیع القران ، اخرج سعد فی الطبقات

انبانا فضل ابن دکین حدثنا ولید ابن عبداللہ بن جمع قال حدثنی جدتی عن ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث و کان رسول اللہ .ص. یزورھا و سمیھا الشھیدہ، و کانت قد جمعت القران. ان رسول اللہ .ص. حین غزا بدراً قالت لہ اتاذن لی فاخرج معک او ادی جرحاکم و امرض مرضاکم لعل اللہ یھدی لی شھادۃ؟قال ان اللہ مھدتک شھادۃ"

(الاتقان النوع20 جلد1 ص 125)

ترجمہ: اور یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہوئی ہے کہ بلاشک وشبہ بعض عورتوں نے بھی سالم قرآن جمع کیا تھا ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ہمیں خبر دی فضل بن دکین نے اس نے کہا ہم سے بیان کیا ولید ابن عبداللہ بن جمیع نے۔ اس نے کہا مجھ سے بیان کیا میری دادی ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ان محترمہ کی زیارت کرنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور ان کو شہیدہ کہہ کر پکارا کرتے تھے اور انہوں نے سالم قرآن جمع کیا تھا (اور شہیدہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ) جب رسول اللہ جنگ بدر کے لئے روانہ ہونے لگے تو ام ورقہ نے کہا کہ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ چلوں اور جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دوا دارو کروں۔ اور جو مریض ہو جائے اس کی تیمارداری کروں۔ تا کہ خدا مجھے میدان جنگ میں شہادت نصیب کرے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ بیشک اللہ نے تمہارے لئے شہادت کا مرتبہ عطا کر دیا ہے۔

یہ روایت صاف کہتی ہے کہ ام ورقہ بنت عبداللہ نے سالم قرآن عہد رسالت میں جمع کر لیا تھا تو جب عورتوں کا جمع قرآن میں یہ حال تھا تو مردوں کا کیا حال ہوگا۔ جبکہ عہد رسول اللہ میں حفاظ قرآن کی تعداد ایک جم غفیر تھی اور پھر قرآن یہ کہتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ قرآن کریم کی آیات کو ان کے نزول کے وقت صرف پہنچاتے ہی نہیں تھے بلکہ

بعد میں باقاعدہ طور پر تعلیم بھی دیتے تھے جیسا کہ ارشاد ہوا و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ "وہ انہیں کتاب اللہ اور عقل و دانش کی تعلیم دیتا ہے۔

وحی قرآنی اور وحی اطلاعی و تربیتی میں فرق

تمام علمائے اسلام متفق ہیں اس بات پر کہ پیغمبر کو قرآنی وحی کے نزول سے پہلے بھی وحی ہوتی تھی اور خواب میں بھی رویائے صادقہ دیکھتے تھے۔ یہ سب تربیتی اور اطلاع دینے والی اور اخبار غیب پر مشتمل وحی ہوتی تھی۔ لیکن وہ وحی جسے قیامت تک پڑھا جانا تھا وہ شروع ہی لفظ اقراء سے ہوئی ہے جو اس بات کا اعلان تھا کہ یہ وحی نہ صرف تمہارے پڑھنے کے لئے ہے بلکہ قیامت تک آنے والی تمہاری امت کے تمام افراد کے پڑھنے کے لئے ہے۔ اور جب یہ قرآنی وحی قیامت تک آنے والی امت کے تمام افراد کے پڑھنے کے لئے ہے تو اس قرآنی وحی میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ چونکہ قرآنی وحی پڑھنے کے لئے ہوگی لہذا اس کے لکھوانے کا اہتمام بھی کریں اور قرآنی وحی کو لکھوانے کی افادیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ علوم کا اسلاف سے اخلاف تک پہنچنا قلم کے ذریعہ یعنی تحریر میں لانے کی صورت میں ہی ممکن ہے۔

اور چونکہ یہ کتاب ہدایت ہے اور قیات تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے اور اس سے ہدایت حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کے لئے ہے لہذا اس کو ساتھ ساتھ لکھوانے کا بندوبست کیا جائے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ پر تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں قرآن نازل ہوتا رہا اور آنحضرت نے اعلان نبوت کے تیرہ سال بعد یا قرآن کی پہلی وحی نازل ہونے کے تیرہ سال بعد ہجرت فرمائی۔

روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت نے مدینہ آ کر انصار کو تعلیم کا اہتمام کیا۔

لیکن کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حکم خدا کے باوجود تیرہ سال تک جو قرآن نازل ہوتا رہا اس کو لکھوانے کا بندوبست نہ کیا تھا۔ حالانکہ خدا نے قرآن کے جمع کرنے کی ذمہ داری لی ہے۔ جیسا کہ فرمایا لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه و قرآنه، فاذا قرآنه فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه (القیمة 18,19)

(اے رسول) وحی کو جلدی یاد کرنے کے واسطے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھوا دینا یقینی طور پر ہمارے ذمہ ہے۔ تو جب ہم جبرئیل کی زبانی پڑھ لیا کریں تو پھر (پورا سننے کے بعد) اسی طرح پڑھا کرو، پھر اس کے مشکلات کا سمجھانا اور مبہم باتوں کی وضاحت وتشریح اور متشابہات کی تاویل وتفسیر بتا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

خدا نے اس آیت میں قرآن کے نزول کے ساتھ ساتھ اس کے جمع کرنے کی ذمہ داری بھی لی ہے اور جمع کرنے کے بعد پھر پڑھانے کی ذمہ داری لی ہے لہذا کہا کہ یاد کرنے کے لئے وحی کے نزول کے ساتھ ساتھ پڑھنے میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ جب ہم جبرئیل کی زبانی پڑھ لیا کریں تو پھر تم پورا سننے کے بعد پڑھا کرو۔ اور آیت کا آخری حصہ یہ کہتا ہے کہ قرآن میں وہ الفاظ جو مشکل ہیں یا مبہم معلوم ہوتے ہیں یا متشابہ ہیں تو ان کی وضاحت ان کی تشریح تاویل اور ان کی تفسیر کا سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن دو صورتوں میں نازل ہوا ایک اصل قرآن۔ دوسرے اصل قرآن کے نازل کرنے کے ساتھ مشکلات کی تشریح اور مبہم باتوں کی توضیح اور متشابہات کی تاویل وتفسیر بھی اسی نے نازل فرمائی، اور وہ قرآنی وحی کے نازل کرنے کے بعد سمجھائی پس آیت مباہلہ میں ابناءنا کے الفاظ اور نساءنا کے الفاظ اور انفسنا کے الفاظ اس بات کے متقاضی تھے کہ چونکہ خدا نے خود یہ الفاظ استعمال کئے تھے لہذا وہ پیغمبر کو قرآنی الفاظ نازل کرنے کے بعد اس بات کی وضاحت کرے کہ ابناءنا سے اور نساءنا اور انفسنا سے

خود اس کی مراد کون لوگ ہیں؟

اکثر مفسرین نے قرآن کریم کی پہلی پانچ آیتوں کی جس طرح تفسیر کی ہے اسے پڑھ کر ہنسی آتی ہے کہ جب جبرئیل نے کہا اقراء پڑھ تو آنحضرت نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر جبرئیل نے آنحضرت کو خوب بھینچا اور پھر کہا کہ اقراء پڑھ تو آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس طرح تین دفعہ جبرئیل نے بھینچا اور پیغمبر یہی کہتے رہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آخر جبرئیل مجبور ہو کر قرآن کریم کی پہلی مذکورہ پانچوں آیتیں خود ہی پڑھ کر چلے گئے۔ پہلی دفعہ ہی پڑھ دیتے بار بار بھینچنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور بھینچنے سے بھی کام نہیں چلا۔ ہم نے تو کسی نادان سے نادان بچے کو نہیں دیکھا کہ اسے جب مدرسے میں داخل کیا جائے اور استاد اسے پڑھانا شروع کرے اور کہے کہ پڑھ الف اور وہ کہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں جس طرح وہ استاد پڑھاتا ہے اسی طرح خدا جبرئیل کے ذریعہ قرآن پڑھا رہا تھا اور قرآن کی تعلیم دے رہا تھا۔

حالانکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ پیغمبر تو وحی کے نازل ہونے کے ساتھ ہی پڑھنے لگ جایا کرتے تھے۔ خدا نے خود منع کیا کہ جب تک وحی مکمل نہ ہو لیا کرے اس وقت تک تم اسے نہ دہرایا کرو، جہاں تک یاد رکھنے کا تعلق ہے تو اسے پڑھانے کے لئے جمع کرنا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے اور جمع کرنے کے بعد پڑھانا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے جو قرآن کے جمع کرنے کا ذمہ لیا ہے تو یہ کب جمع کیا؟ اور کیسے جمع کیا۔ کہا تو اس نے یہ ہے کہ وہ ساتھ ساتھ جمع کریگا۔ یہ اس نے خود کس طرح جمع کیا؟ اور کون ہے وہ جس کے جمع کرنے کو اس نے خود اپنا جمع کرنا کہا۔ جس طرح جبرئیل کے پڑھانے کو اپنا پڑھانا کہا 'فاذا قرانه فاتبع قرانه' جب ہم پڑھ لیا کریں تو تم پھر بعد میں پڑھا کرو۔ وہ خدا جس نے یہ کہا ان علینا جمعه۔ اس قرآن کا جمع کرنا

ہمارے ذمہ ہے کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرہ سال تک خدا نے قرآن جمع کرنے کی طرف قطعاً توجہ نہیں دی۔ اور ہجرت کے بعد بھی یہ کام صرف انصار سے لیا۔ پیغمبر کی قوم یا مہاجرین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو قرآن جمع کرتا۔ ہم یہاں پر سورہ اقراء کی پہلی پانچ آیتیں نقل کرتے ہیں جن پر غیر جانبداری اور کھلے دماغ کے ساتھ غور کرنے سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے جو اس طرح ہیں۔

"اقرا باسم ربک الذی خلق ٥ خلق الانسان من علق ٥ اقرا ء و ربک الاکرم ٥ الذی علم بالقلم ٥ علم الانسان مالم یعلم ٥ (العلق 1 تا 5)

(اے رسول) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو۔ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ اسی نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھئے کہ تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

ان آیات میں خدا نے پڑھنا تو پیغمبر کو سکھا دیا لیکن قلم کے ذریعہ یہ لکھنا کس کو سکھایا جیسا کہ اس نے فرمایا "الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم" قرآن یہ کہتا ہے کہ پیغمبر نے قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔ پیغمبر نے سب سے پہلے جو کتاب پڑھی وہ قرآن ہے جسے خدا نے جبرئیل کے ذریعہ خود پڑھایا۔ اسی طرح لکھنا بھی نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ خود خدا نے گواہی دی ہے کہ وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون"

(العنکبوت۔48)

ترجمہ: اے رسول قرآن سے پہلے تو نہ تم کوئی کتاب ہی پڑھتے تھے اور نہ تم اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا کرتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ جھوٹے لوگ ضرور تمہاری نبوت میں شک کرتے۔

بلکہ اگر پیغمبر لکھنا جانتے ہوتے تو کفار و مشرکین ضرور یہ کہتے کہ یہ کتاب خود اس نے اپنے

آپ لکھ لی ہے۔ تو پھر یہ قلم سے لکھنا خدا نے کس کو سکھایا۔ یہ بات اہل بیت کے گھرانے سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اور اس مشکل کا حل اہل بیت پیغمبر ہی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر قمی میں آیا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب علی مرتضیٰ کو آپ کی خاطر سے فن کتابت سکھایا جو وہ نہیں جانتے تھے (تفسیر قمی زیر تفسیر آیہ)

اسی وجہ سے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک دفعہ طلحہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ

" یا طلحہ ان کل آیۃ انزلھا اللہ تعالیٰ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ عندی باملاء رسول اللہ و بخط یدی ، و تاویل کل آیۃ انزلھا اللہ تعالیٰ علی محمدؐ و کل حلال و حرام او حد او حکم او شئی یحتاج الیہ الامۃ الیٰ یوم القیٰمۃ فھو عندی مکتوب باملاء رسول اللہ و بخط یدی"

(مقدمہ تفسیر البرہان ص 27)

ترجمہ: اے طلحہ بلاشبہ کل آیتیں جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل کی ہیں وہ رسول اللہ کی املاء اور میرے ہاتھ کے خط سے لکھی ہوئی میرے پاس موجود ہیں اور تمام آیتوں کی تاویل جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل فرمائی ہیں اور کل حرام اور حلال اور حدود اور احکام اور ہر وہ چیز جس کی امت کو قیامت تک ضرورت ہے وہ میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہے۔ رسول اللہ کی املاء اور میرے ہاتھ کے خط سے۔ رسول اللہ بولتے جاتے تھے اور میں لکھتا جاتا تھا۔

اور یہ بات مسلمات تاریخیہ سے ہے کہ صلح حدیبیہ کا عہد نامہ حضرت علیؑ نے لکھا تھا۔ پس حضرت علی لکھنا جانتے تھے تو صلح حدیبیہ کا عہد نامہ آپ نے لکھا۔ اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ پیغمبرؐ کے پاس جو بھی علم تھا وہ خدا کا عطا کردہ تھا اور حضرت علی کے پاس جو بھی

علم تھا وہ پیغمبر کا عطا کردہ تھا۔ اور پیغمبر لکھنا جانتے نہ تھے۔ پس حضرت علی کو یہ لکھنا کس نے سکھایا۔ یقیناً جس نے پیغمبر کو قرآن پڑھنا سکھایا اسی نے علی کو لکھنا سکھایا۔ الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم تا کہ پیغمبر املا کراتے جائیں اور علی لکھتے جائیں اور اس طرح ان علینا جمعه خدا کی قرآن کے لکھنے کی ذمہ داری پوری ہو جائے۔

اور حضرت علی کے خطبہ سے مذکورہ خطاب سے ثابت ہے کہ جب قرآن نازل ہوتا تھا تو پیغمبر بولتے جاتے تھے اور حضرت علی لکھتے جاتے تھے، مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں کون تھا وہ جس کے ذریعہ ان علینا جمعہ کی تکمیل ہوتی تھی یعنی قرآن کا جمع کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے اور اس کو پڑھانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ مکہ میں رہتے ہوئے تو جو مسلمان ہوتا تھا وہ کفار و مشرکین کے ظلم وستم کا شکار ہوتا تھا لہذا 5 بعثت سے حبشہ کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا جو مسلمان ہوتا تھا وہ کفار ومشرکین کے ظلم وجور سے بچنے کے لئے حبشہ ہجرت کر جاتا تھا اور حضرت ابو بکر ابن دغنہ کی پناہ میں تھے اور حضرت عمر ابو جہل کی پناہ میں تھے اور ان کے زمانے خلافت میں قرآن جمع کرنے کا افسانہ گھڑنا خود اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے نہ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں قرآن جمع کیا اور نہ مدینہ کی دس سالہ زندگی میں قرآن جمع کیا پس مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں کون تھا وہ جو قرآن کو جمع کرنے کا فرض ادا کرتا رہا سوائے حضرت علی کے جس کے جمع کرنے کو خدا نے خود اپنا جمع کرنا کہا ان علینا جمعه و قرآنه۔ یعنی پہلے زبانی طور پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن پڑھایا پھر قرآن کو جمع کرنے کے بعد جمع شدہ لکھے ہوئے قرآن سے پڑھایا، اور حضرت علی کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے کہ اصل قرآن کو نازل کرنے کے ساتھ ساتھ مشکلات کا حل مبہمات کی توضیح اور متشابہات کی تاویل وتفسیر بھی ساتھ ساتھ نازل کی جاتی تھی اور حضرت علی اصل قرآن کے ساتھ مشکلات کا حل مبہمات کی توضیح اور متشابہات کی تاویل وتفسیر بھی پیغمبر کی املا اور اپنے ہاتھ کے خط سے اور اپنے قلم کے

ساتھ لکھتے جاتے تھے اور اس طرح علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم کی تعبیر بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام برملا طور پر بر سر منبر یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ "سلونی سلونی قبل ان تفقدونی" پوچھ لو، پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہو قبل اس کے کہ میں تم میں نہ رہوں۔

پیغمبرؐ کے زمانے میں جمع کردہ قرآنوں میں تفسیری بیان بھی ساتھ تھا

ہمیں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے اس بیان سے اتفاق ہے جو انہوں نے ٹی۔وی پر درس قرآن کے سلسلہ میں دیا تھا کہ قرآن پاروں کی صورت میں یا رکوع کی صورت میں یا منزلوں کی صورت میں نازل نہیں ہوا۔ قرآن کے پارے یا رکوع یا منازل توقیفی نہیں ہیں۔ قرآن کو پاروں اور رکوعات اور منازل میں تلاوت کی سہولت کے پیش نظر تقسیم کیا گیا ہے۔ اور شاید تیس پاروں میں تقسیم تراویح میں روزانہ ایک پارہ پڑھنے کی سہولت کے پیش نظر یہ تقسیم کی گئی ہے اور اپنے حساب سے تیس برابر حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اسی لئے سورہ ھود کی صرف پہلی پانچ آیتیں پارہ نمبر 11 میں رہ گئیں اور باقی پارہ نمبر 12 میں چلی گئیں۔ اسی طرح سورہ الحجر کی صرف ایک پہلی آیت پارہ نمبر 13 میں آئی ہے اور باقی آیتیں پارہ نمبر 14 میں چلی گئیں ہیں۔ اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پاروں کی یہ تقسیم توقیفی نہیں ہے اور ہم نے اپنے قرآن میں سورہ الحجر کی پہلی آیت کو پارہ نمبر 13 کی بجائے پارہ نمبر 14 میں لکھ دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا اس لئے درست ہے کہ قرآن ہرگز ہرگز پاروں اور رکوعات اور منازل کی صورت میں نازل نہیں ہوا، بلکہ قرآن سوروں کی صورت میں نازل

ہوا تھا کامل سورے تو مکمل طور پر نازل ہوئے تھے اور بڑے سورے آیات کی صورت میں نازل ہوئے۔ اور یہ بات پیغمبر کاتبین کو بتلایا کرتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورے میں فلاں جگہ اور فلاں مقام پر لکھو۔ قرآن کریم نے جب مقابلہ کا چیلنج کیا تو پہلے تمام جن وانس کو سالم قرآن کا مقابل یا مثل لانے کی دعوت دی جیسا کہ فرمایا:

قل لئن اجتمعت الانس و الجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا (بنی اسرائیل ۔88)

(اے رسول) تم کہہ دو کہ اگر ساری دنیا جہان کے کل آدمی اور جن اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو (غیر ممکن ہے) اس کے برابر نہیں لا سکتے اگرچہ اس کوشش میں ایک کا ایک مددگار بھی بن جائے۔

اور جب سالم قرآن کا مثل نہ لا سکے تو کہا کہ دس سورتوں کے برابر ہی لے آؤ جیسا کہ ارشاد ہوا

" ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین (ھود۔13)

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس (قرآن کو) اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو تم ان سے صاف صاف کہہ دو کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو (تو زیادہ نہ سہی) اکیلے دس سورے ہی اپنی طرف سے گھڑ کر لے آؤ اور خدا کے سوا جس جس کو تم بلانا چاہو مدد کے لئے بلا لو۔

اور جب دس سورے بھی اس جیسے نہ لا سکے تو کہا کہ ایک ہی سورہ اس جیسا بنا لاؤ ۔جیسا کہ فرمایا" وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعو شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین" (البقرہ۔23)

عرب خود کو فصاحت و بلاغت میں ساری دنیا سے افضل سمجھتے تھے اور سات قصیدے لکھ کر جنہیں وہ سبعہ معلقات کہتے تھے خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکائے ہوئے تھے کہ کوئی ان جیسا لکھ کر تو لائے۔ پیغمبر نے ان قصیدوں کے ساتھ ایک چھوٹی سی سورۃ جو صرف تین آیتوں پر مشتمل تھی ان کے مقابل میں لٹکا دی جو اس طرح ہے۔

انا اعطینک الکوثر o فصل لربک وانحر o ان شانئک ھو الابتر o

اے رسول ہم نے تم کو کوثر عطا کیا۔ پس تم اپنے رب کی نماز پڑھا کرو اور قربانی دیا کرو۔ بے شک تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔

جب فصحائے عرب نے اپنے قصیدوں کے مقابل میں یہ چھوٹی سی سورۃ لکھی ہوئی دیکھی تو اپنے اپنے قصیدے خانہ کعبہ کی دیوار سے اتار لئے اور کہا جاتا ہے کہ اس سورۃ کے نیچے یہ لکھ دیا کہ" ما ھذا کلام البشر "یعنی یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔

بہر حال اب تک کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ قرآن پاروں اور رکوعات اور منازل کی صورت میں تو حتما نازل نہیں ہوا تھا۔ البتہ سوروں کی شکل میں نازل ہوتا تھا اور اصل قرآن کے نازل کرنے کے بعد اس کے مشکلات کا حل۔ مبہمات کی توضیح وتشریح اور متشابہات کی تاویل بھی ساتھ ہی نازل ہوتی تھی۔ لہذا حضرت علیؑ کا جمع کیا ہوا قرآن جہاں ترتیب تنزیل کے لحاظ و اعتبار سے جمع کیا ہوا تھا وہاں اس میں مشکلات کا حل مبہمات کی توضیح وتشریح اور متشابہات کی تاویل وتفسیر بھی درج تھی۔

یہ سب باتیں ہم نے ابی بن کعب کے مصحف میں" وھو اب لھم "یعنی پیغمبر امت کے بمنزلہ باپ کے ہیں کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔

اور ایسا توضیحی وتفسیری بیان بہت سے جامعین قرآن کے مصاحف میں تھا۔ جنہوں نے پیغمبر کے زمانے میں قرآن جمع کیا تھا۔ ان سب میں سے ایک عبداللہ بن مسعود ہیں۔

"قال نقراء علی عهد رسول الله یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولیٰ المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالته"

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے عہد مبارک میں اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔

"یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولیٰ بالمومنین الخ" اے رسول اس امر کو پہنچادو جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف بھیجا گیا ہے کہ علی مومنین کا مولی ہے۔ اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے اپنی رسالت کا کوئی حق ادا نہیں کیا۔

تفسیر در منثور جلد 2 ص 298

تفسیر فتح القدیر جلد 2 ص 57

تفسیر مظہری جلد 3 ص 153

اس آیت کے درمیان میں ان علیا مولی بالمومنین وضاحت اور تفسیر کے طور پر خدا نے ہی نازل فرمایا تھا۔ حضرت علیؑ کے قران سے نہ سہی اگر عبداللہ ابن مسعود کے قرآن سے ہی اصل قرآن کے ساتھ علیحدہ طور پر جس سے یہ نمایاں ہو سکے کہ یہ توضیح و تفسیر ہے نقل کرا دیتے۔ جیسا کہ آج تفاسیر میں ہو رہا ہے تو اے آر وائی ون ورلڈ کے چینلو سے نزول قرآن کے موضوع پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انیق احمد صاحب یہ نہ کہہ سکتے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا نے قرآن کو نازل فرمایا اور آنحضرتؐ نے اس کو لوگوں تک پہنچا دیا۔ اور آیات کی خدائی مراد سے مسلمانوں کو محروم رکھنے کے لئے ہی قرآن سے ان تفسیری بیانات کو محو کرایا گیا تھا تا کہ جس کا جو دل چاہے اپنی رائے اور اپنی مرضی سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت عبداللہ ابن مسعود سے ہی مروی ہے کہ "انه کان

نقراء هذا الحرف : و کفی الله المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب و کان الله قویا عزیزاً (الاحزاب۔25)

اور کافی ہو گیا اللہ مومنین کے لئے قتال میں علی ابن ابی طالب کے ذریعہ اور اللہ ہے طاقتور اور غالب

تفسیر روح المعانی جلد 21 ص 157 طبع مصر

تفسیر در منثور جلد 5 ص 194

اس آیت میں بعلی ابن ابی طالب وضاحت اور تفسیر کے طور پر نازل ہوا تھا کہ جنگ خندق میں جب حضرت علیؑ کے ہاتھوں عمرا بن عبدود اور ان کے ساتھی قتل ہو گئے تو باقی فرار ہو گئے اور ان میں پھر لڑنے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔ اور حضرت علی کا عمر بن عبدود کو قتل کر دینا کافی ہو گیا

اسی طرح ابی بن کعب کے مصحف میں "وهو اب لهم" بطور توضیح و تشریح و تاویل و تفسیر کے طور پر تھا۔ پس موجودہ قرآن سے جو چیز محو کی گئی ہے وہ بھی مبہمات کی توضیح و تشریح اور متشابہات کی تاویل و تفسیر تھی۔ لہذا خدا نے قرآن کی حفاظت کا جو ذمہ لیا تھا وہ یقیناً پورا ہوا اور اصل قرآن ارشاد خداوندی کے مطابق محفوظ رہا جیسا کہ ارشاد ہوا کہ:

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون (الحجر۔9)

بیشک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

پس جس چیز کی خدا حفاظت کرے وہ کیسے کسی سے بدلا جا سکتا ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے

" و انه لکتاب عزیز لایاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه تنزیل من حکیم حمید" (حم السجدہ۔42,41)

اور یہ قرآن تو یقینی طور پر ایک عالی مرتبہ کتاب ہے کہ جھوٹ نہ تو اس کے آگے ہی پھٹک سکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے یہ کتاب خوبیوں والے دانا خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے"

اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی کمی بھی باطل ہے اور زیادتی بھی باطل ہے پس اس سے صاف ثابت ہے کہ خدا کا دعویٰ سچا ہے اور اصل قرآن میں نہ تو کسی قسم کی زیادتی ہوئی ہے اور نہ ہی کمی ہوئی ہے۔ جو چیز محو ہوئی ہے وہ اس کی توضیح وتشریح وتاویل و تفسیر تھی جو خدا ہی نے نازل فرمائی تھی۔ اگر حکومت وقت حضرت علی کے پیش کردہ قرآن کو اس طرح شائع کرا دیتی کہ اصل میں اور توضیح اور تشریح وتاویل وتفسیر میں حد فاصل ہو اور ایک کی دوسرے کے ساتھ تمیز ہو سکے تو مسلمانوں کو علم کا ایک بہت بڑا خزانہ ہاتھ آجاتا۔ جس سے مسلمانوں کو محروم کر دیا گیا ورنہ تو اصل قراان میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود تحریف قرآن کے بڑے چرچے ہیں۔ سنی شیعوں کو الزام دیتے ہیں کہ وہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں اور شیعہ سنیوں کو الزام دیتے ہیں کہ وہ تحریف کے قائل ہیں ایسا الزام دینے والے سب کے سب اسلام کے نادان دوست ہیں جو دشمن کے ہاتھ میں ہتھیار تھما رہے ہیں۔

تحریف قرآن کے الزامات لگائے جانے کا سبب کیا ہے؟

تحریف قرآن کے الزام لگائے جانے کے اسباب مختلف ہیں شیعوں پر جو الزامات ہیں وہ اس بناء پر ہیں کہ ان کے یہاں ایسی روایات بکثرت ہیں کہ فلاں آیت اس طرح نازل ہوئی تھی اس میں سے یہ بات محو کر دی گئی ہے حالانکہ وہ چیز جو محو ہوئی اور جس کے بارے میں شیعوں کا کہنا ہے کہ وہ اس میں محو کر دی گئی ہے وہ اس کی مبہمات کی توضیح وتشریح اور متشابہات کی تاویل وتفسیر تھی، اصل قرآن نہ تھی اگرچہ خدا نے ہی وہ توضیح وتفسیر وتاویل

نازل کی تھی اور بہت سے اصحاب کے مصاحف میں لکھی ہوئی تھی۔ جنہوں نے پیغمبر کے زمانہ میں قرآن جمع کیا تھا۔ جیسا کہ ابی بن کعب کے مصحف میں " وھو اب لھم " اور عبداللہ ابن مسعود کے قرآن ان علیاً مولیٰ المومنین تھا انہیں کے محو کرنے کے بارے میں شیعوں کے یہاں روایات ہیں اور یہ چیز واقعاً اصل قرآن میں سے محو کی گئی ہے جو تفسیر کے طور پر تھی اور جس کی وجہ سے مسلمان اس تفسیر قرآن سے محروم ہو گئے جو خدا ہی کی نازل کردہ تھی۔

تحریف قرآن کے الزامات کی دوسری وجہ یہ تھی کہ قرآن یقیناً وحتماً پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ میں جمع ہو چکا تھا اور حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ انصار میں سے بہت سے اصحاب پیغمبر نے بھی سالم قرآن پیغمبر کی حیات میں جمع کیا تھا مگر پیغمبر کے بعد بر سر اقتدار آنے والوں میں سے کسی نے قرآن جمع نہ کیا تھا لہٰذا جب معاویہ کے حکم سے اصحاب ثلاثہ کی فضیلت میں احادیث گھڑی جانے لگیں تو ان میں سے ایک جمع قرآن کی روایت تھی چونکہ انھوں نے حقیقتاً قرآن جمع کیا ہی نہ تھا لہٰذا ہر ایک نے ان کے قرآن کے جمع کرنے کے بارے میں عجیب عجیب افسانے گھڑے اور ان میں یہ بیان کیا گیا کہ فلاں سورۃ تو سالم ملا ہی نہیں۔ کسی میں یہ بیان ہوا کہ فلاں سورہ کی اتنی آیتیں حضرت عائشہ کی بکری کھا گئی وغیرہ حالانکہ نہ انہوں نے قرآن جمع کیا تھا نہ ایسے واقعات ہوئے تھے۔ جھوٹی فضیلتیں گھڑنے کے لیے جھوٹی باتیں گھڑنی پڑیں جن کا حقیقت واقعہ سے کوئی تعلق نہیں تھا کیونکہ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے قرآن حتماً ویقیناً سالم پورے کا پورا جمع ہو چکا تھا۔ اور خود اہل سنت کی مستند روایات صحیح ترین کتب احادیث میں اس بات کی گواہ ہیں اور اہل تشیع کی روایات بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا، خدا کی تعلیم سے کیا پیغمبر کی املاء سے کیا اور اپنے ہاتھ اور

اپنے قلم سے اپنے خط سے جمع کیا اور نزول قرآن کے مطابق جمع کیا قرآن نازل ہوتا جاتا تھا آپ لکھتے جاتے تھے حتی کہ ثم ان علینا بیانہ کے مطابق، خدا قرآن کے مشکلات کا حل مبہمات کی توضیح وتشریح اور متشابہات کی جو تاویل وتفسیر نازل فرماتا تھا وہ بھی حضرت علیؑ ساتھ کے ساتھ لکھتے جاتے تھے۔

ہجرت کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی تعلیم سے صحیح بخاری کی روایات کے مطابق انصار مدینہ میں سے بھی بہت سے اصحاب پیغمبرؐ نے پیغمبر کی حیات میں سالم قرآن جمع کیا تھا اور انھوں نے بھی بعض آیات میں توضیحی وتفسیری بیان اصل قرآن کے ساتھ لکھے تھے حتی کہ آنحضرت کی ایک صحابیہ ام ورقہ بنت عبداللہ نے بھی سالم قرآن جمع کیا تھا۔ لیکن مہاجرین قریش میں سے کسی کے بارے میں ایک بھی روایت نہیں ملتی کہ کسی نے پیغمبر کی حیات میں سالم قرآن یا قرآن کا کچھ حصہ جمع کیا ہو۔

پیغمبر کی وفات کے بعد جو لوگ برسر اقتدار آئے ان کے سامنے حضرت علیؑ نے اپنا جمع کردہ قرآن پیش کیا تاکہ اس کی نشر واشاعت اور تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ لیکن حکومت نے اسے قبول کرنے اور اس کی نشر واشاعت سے انکار کر دیا۔

محدث دہلوی نے بڑے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ "تقدیر نے اس کے شائع ہونے میں مدد نہ کی" ازالۃ الخفا مقصد 2 ص 273

لہذا حتماً ویقیناً اصحاب ثلاثہ نے پیغمبر کے زمانے میں قرآن جمع نہ کیا تھا اور ایک بھی روایت اس بات پر گواہ نہیں ہے اسی لئے پیغمبر کی وفات کے بعد خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک کے لئے جمع قرآن کی روایات گھڑی گئیں جو سب کی سب ایک دوسری کے خلاف اور متضاد ہیں۔ لیکن بہت سے دوسرے اصحاب پیغمبر کے پاس پیغمبر کے حیات کے جمع کردہ قرآن تھے حضرت علیؑ کے پاس بھی اپنا جمع کردہ قرآن تھا۔

جب بنی امیہ کا دور حکومت آیا اور اصحاب ثلاثہ کی شان میں حدیثیں گھڑنے کا حکم ملا (ملاحظہ ہو ابو الحسن مدائنی کی کتاب الاحداث) تو جمع قرآن کے بارے میں ان کے زمانہ خلافت میں یہ کریڈٹ ہر ایک خلیفہ کو دینے کے لئے روایات گھڑی گئیں۔

صحیح بخاری۔ منتخب کنز العمال اور تفسیر الاتقان میں 22 کے قریب ایسی روایات ہیں جن میں خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں جمع قرآن کا بیان آیا ہے اور ہر روایت دوسری روایت سے متضاد اور مخالف ہے مثال کے طور پر ایک روایت یہ کہتی ہے کہ قرآن کو حضرت ابوبکر نے اپنے دور خلافت میں جمع کیا۔

ایک روایت یہ کہتی ہے کہ حضرت ابوبکر کے حکم سے زید بن ثابت نے جو قرآن کمیٹی کے سربراہ تھے قرآن کو جمع کیا اور جو کوئی قرآن کی کوئی آیت لاتا تھا تو زید دو گواہوں کی گواہی سے وہ آیت قرآن میں لکھتے تھے اور یہ بات ان لوگوں میں بڑی مشہور ہے اور آیت رجم کے ثبوت میں اخبارات کے کالموں میں بھی آتی رہتی ہے کہ حضرت عمر بھی ایک آیت لے کر آئے تھے جسے آیت رجم کہتے ہیں جو اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ "الشیخ والشیخہ فارجموھما ان زنیا اگر بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو سنگسار کرو۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عمر دوسرا گواہ پیش نہ کر سکے۔ لہذا زید بن ثابت نے اس آیت کو قرآن میں نہ لکھا اور یہ آج قرآن میں نہیں ہے۔

شیعہ مناظرہ بازوں کو یہ حربہ ہاتھ آ گیا اور انھوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سے ایک آیت رہ گئی ہے اور اہل سنت قرآن میں کمی اور تحریف کے قائل ہیں ایسا ہوا نہیں ہے۔ یہ سب ان روایات کے گھڑنے والوں کی باتیں ہیں۔ جو شخص عربی میں ذرا سی بھی آگاہی رکھتا ہے وہ جان لے گا کہ مذکورہ آیت کہاں اور قرآن کی فصاحت وبلاغت اور

سلاست وروانی کہاں۔اسی طرح کی اور دوسری روایات میں جو خلفائے ثلاثہ کو قرآن جمع کرنے کا کریڈٹ دینے کے لئے گھڑی گئیں ہیں۔اور شیعہ مناظرین نے اس سے غلط طور پر استدلال کیا ہے جو بات واقع ہی نہیں ہوئی اس سے استدلال کرنا کیسا۔غلط بات سے استدلال غلط ہی ہوگا۔بہر حال ایک اور روایت یہ کہتی ہے کہ قرآن کو خود حضرت عمر نے جمع کیا تھا اور ایک روایت یہ کہتی ہے کہ قرآن کو حضرت عثمان نے جمع کیا تھا غرض اس طرح 22 کے قریب روایات ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف اور ایک دوسرے سے متضاد ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

صحیح بخاری باب جمع القرآن جلد 6 ص 99,98

منتخب کنز العمال جلد 2 ص 52,43

تفسیر الاتقان النوع 18 جلد 1 ص 10

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ نہ تو حضرت ابوبکر نے خود قرآن جمع کیا تھا نہ ان کے زمانے میں ان کے حکم سے کسی اور نے قرآن جمع کیا تھا نہ حضرت عمر نے قرآن جمع کیا تھا نہ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں کسی اور نے قرآن جمع کیا تھا اور نہ حضرت عثمان نے قرآن جمع کیا تھا۔یہ سب روایات اس وقت گھڑی گئیں جب معاویہ کے حکم سے خلفائے ثلاثہ کی فضیلت میں حدیثیں گھڑی جارہی تھیں۔اور جو کام انھوں نے نہیں کیے تھے ان کا کریڈٹ بھی ان کو دیا جارہا تھا۔

ملاحظہ ہو ابوالحسن مدائنی کی کتاب الاحداث

اور ابن ابی الحدید معتزلی کی شرح نہج البلاغہ

اور ان لوگوں نے ایک تیر سے دو شکار کئے ایک طرف اسلام کو بدنام کرنے کے لئے قرآن میں تحریف کی روایات کثرت سے بیان کیں۔دوسرے قرآن کو دوسروں کی نظروں میں بے

اعتبار بنادیا گیا۔

البتہ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ حضرت عثمان نے تمام مسلمانوں کو ایک قرآن پر جمع کیا۔پیغمبر کے زمانے میں جن اصحاب پیغمبر نے قران جمع کیے تھے ان میں بعض آیات کے مبہمات کی توضیح وتشریح اور متشابہات کی تاویل وتفسیر بھی درج تھی جو خدا ہی نے نازل کی تھی۔

اس طرح بعض اصحاب کے جمع کردہ قرآن میں کسی آیت کی توضیح وتفسیر تھی دوسری آیات کی نہیں تھی۔بعض اصحاب کے جمع کردہ قرآن میں کسی اور آیت کی توضیح وتفسیر تھی دوسری آیات کی نہیں تھی۔اس طرح اصحاب پیغمبر کے ہاتھوں میں جو قرآن تھا ان میں سے ایک طرح سے ظاہر میں اختلاف دکھائی دیتا تھا۔ایک کہتا تھا کہ ہم پیغمبر کے زمانہ میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے دوسرا دوسری آیت کے بارے میں کہتا تھا کہ ہم پیغمبر کے زمانے میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے اور یہ بات یقیناً مسلمانوں میں اختلاف کا باعث بن رہی تھی۔

حضرت عثمان نے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ انھوں نے ایک صحابی کا قرآن لے کر وہ تمام الفاظ جو مشکلات کے حل مبہمات کی توضیح وتشریح اور متشابہات کی تاویل وتفسیر کے طور پر تھے ان سب کو محو کرادیا اور ان کے بغیر اصل قرآن کا نسخہ تیار کرا کر تمام صوبوں اور ولایات میں اس کی نقل بھجوا کر تمام مسلمانوں کو اصل قرآن پر جمع کیا۔

مبہمات کی وہ توضیح وتشریح اور متشابہات کی وہ تاویل وہ تفسیر اگرچہ خدا ہی کی نازل کردہ تھی اور اگرچہ وہ قران کا معنی ومفہوم اور مطلب ومراد کے ظاہر کرنے والے تو تھے مگر وہ اصل قرآن نہ تھے البتہ اگر وہ توضیحات وتفسیری الفاظ موجود رہتے تو قرآن کے معنی ومفہوم اور مطلب ومراد کے سمجھنے میں آسانی ہوتی اور ہر کوئی اپنی رائے سے اس کی تفسیر بیان

نہ کرتا پھرتا۔

آج بھی قرآن دو طرح سے شائع ہو رہا ہے ایک اصل قرآن بغیر کسی ترجمہ و حاشیہ و توضیح و تفسیر کے دوسرے وہ جن میں ترجمہ بھی ہے حاشیہ بھی ہے اور شان نزول اور توضیح و تشریح و تفسیر بھی ہے مگر یہ توضیح و تفسیر ہر ایک نے اپنی رائے سے کی ہے، اور اپنے اپنے عقیدے کے مطابق کی ہے لہذا خدا کی نازل کردہ توضیح و تاویل و تفسیر کو محو کر دینے سے لوگ خدا کے بیان کردہ معنی و مفہوم اور مطلب و مراد سے محروم ہو گئے۔ اگر حضرت عثمان چاہتے تو اصل قرآن کو اس طرح سے لکھواتے کہ وہ ان توضیحی و تفسیری الفاظ سے علیحدہ اور نمایاں دکھائی دیتا اور بہتر ہوتا جو حضرت علی کے جمع کردہ قرآن کو نشر کراتے مگر مصلحت نے اس کی اجازت نہ دی۔ جس کا بیان نہ کرنا ہی بہتر ہے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حضرت عثمان کے اس عمل پر کہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو ایک ہی قرآن پر جمع کیا کسی نے بھی کوئی اعتراض یا تنقید نہیں کی ہے اگر چہ یہ کہا ہے کہ اگر وہ توضیحات و تفسیر موجود ہوتی تو قرآن کے معنی و مطالب و مراد کے سمجھنے میں آسانی ہوتی۔ لیکن ایک قرآن پر سب کو جمع کرنے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا البتہ ان پر جو اعتراض لوگوں کا تھا وہ یہ تھا کہ انہوں نے وہ تمام قرآن جو اصحاب پیغمبر نے جمع کئے تھے اور وہ بہت سے اصحاب پیغمبر کے پاس موجود تھے ان سے لے کر ان سب کو جلوا دیا۔ اور تمام گورنروں کو یہ حکم دیا کہ جس کے پاس بھی اصحاب پیغمبر میں سے کسی کا جمع کردہ قرآن ہو اس کو حاصل کر کے جلا دو اور صرف ایک قرآن کو رواج دو۔ چنانچہ قرآن کے کثرت سے جلائے جانے کی وجہ سے لوگ حضرت عثمان کو "حراق المصاحف" یعنی قرآن جلانے والے کہنے لگ گئے تھے۔ ان قرآنوں کے جلانے کی وجہ بہت سے لوگوں نے طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا کیں جو سراسر غلط ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کا یہ نسخہ پاروں، رکوعات اور منازل میں تو تقسیم کیا تھا اور ترتیب نزول کے مطابق بھی نہ تھا۔

مگر اس میں ہرگز ہرگز کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہوئی تھی اور حضرت علی نے اپنے ایک خطبے میں اس بات کی تصدیق کی ہے۔ جب جنگ صفین میں حکمین کے مسئلہ پر خوارج نے امیر المومنین پر اعتراض کئے تو آپ نے فرمایا:

" انا لم نحکم الرجال و انما حکمنا القرآن و هذا ، القران انما هو خط مسطور بین الدفتین لاینطق بلسان لابد من ترجمان

(نہج البلاغہ جلد 2 ص 7)

ہم نے لوگوں کو حکم نہیں بنایا ہے بلکہ قرآن کو حکم بنایا ہے اور یہ قرآن وہی ہے جو بین الدفتین مسطور ہے۔ وہ زبان سے نہیں بولتا۔ اس کے لئے ترجمان کی ضرورت ہے۔

کیا آج قرآن تفسیر کے ساتھ شائع نہیں ہو رہا ہے؟

یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنا جمع کردہ قرآن حکومت کو مملکت اسلامی میں شائع کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔ مگر حکومت نے اسے شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کا اشارہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں کیا ہے حکومت کا یہ انکار ایک سچے مسلمان کو غور کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ آخر حکومت وقت نے باب مدینۃ العلم کے جمع کردہ قرآن کو کیوں واپس کیا؟ کیوں شائع کرنے سے انکار کیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ اس قرآن میں اصل قرآن کے ساتھ مشکلات کا حل مبہمات کی توضیح و تشریح اور متشابہات کی تاویل و تفسیر بھی تھی، اور وہ توضیح و تاویل و تفسیر ثم ان علینا بیانہ کے مطابق خدا ہی کی نازل کردہ تھی۔ تو آج جب ہم اکثر طبع شدہ قرآنوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں اصل قرآن کے ساتھ ترجمے بھی ہیں۔ حاشیہ میں توضیحی نوٹس بھی ہیں اور قرآن کریم کی تفسیر میں تیس تیس بتیس بتیس جلدیں لکھی جا چکی ہیں۔ جن میں سے بہت سی تفاسیر بالکل اکٹھی ایک ساتھ

ایک آیت کے ہمراہ لکھی ہوئی ہیں اور یہ تمیز ہی نہیں ہوتی کہ آیت کہاں ختم ہوتی ہے۔

لیکن بعض تفسیریں ایسی بھی ہیں جن میں پہلے ایک موضوع کی آیات علیحدہ سے نقل کی گئی ہیں۔ پھر علیحدہ سے انکا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ پھر علیحدہ عنوان کے تحت ان کا شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور یہ تفسیر ہر ایک نے اپنے عقیدہ اپنے نظریہ اور اپنی رائے سے کی ہے۔

کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ حضرت عثمان حضرت علی کے جمع کردہ قرآن سے استفادہ کرتے اور اس میں سے اصل قرآن کو اس طرح سے نقل کراتے کہ وہ علیحدہ طور پر ایک سلسلہ اور موضوع کی آیات کو نقل کراتے جس سے معلوم ہوتا کہ یہ اصل قرآن ہے پھر شان نزول کو علیحدہ سے درج کراتے اور پھر وہ توضیح وتشریح وتاویل وتفسیر جو خدا نے ہی نازل فرمائی تھی، علیحدہ سے نقل کراتے تو قرآن ہر کسی کے ہاتھ میں بازیچہ اطفال نہ بنتا اور ہر ایک اپنی رائے سے تفسیر قرآن نہ گھڑتا اور مسلمانوں کے پاس قرآن کی آیات کی وہ توضیح وتشریح و تاویل وتفسیر موجود ہوتی جو خود خدا نے " ان علینا بیانه " کے مطابق نازل فرمائی تھی اور علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم کے مطابق حضرت علی کے ہاتھ سے ان کے قلم سے لکھوائی تھی اس طرح پیغمبر املا کراتے تھے اور علی اپنے ہاتھ سے اپنے قلم سے اور اپنے خط سے لکھتے جاتے تھے۔ چونکہ پیغمبر کو خدا نے قرآن پڑھایا تھا اور علیؑ کو قلم سے قرآن لکھنا سکھایا تھا۔

آیت مباہلہ کے مبہم الفاظ کے معنی ومراد کس نے بتلائے؟

اب تک کے بیان سے یہ بات تو واضح طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ خداوند تعالی نے قرآن کے نازل کرنے کے بعد اس کے مشکلات کا حل، مبہمات کی توضیح وتشریح اور

متشابہات کی تاویل وتفسیر بھی نازل کی تھی۔ اب آیہ مباہلہ میں غور کریں کہ خدا پیغمبر کو حکم دے رہا ہے کہ کہو، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔

ابناءنا اور نساءنا اور انفسنا کے الفاظ تشریح طلب ہیں۔ اگر یہ حکم خدا نہ دیتا بلکہ خود پیغمبر اپنے آپ اپنی طرف سے یہ اعلان فرماتے تو کہا جا سکتا تھا کہ پیغمبر کے ذہن میں یہ بات ضرور ہوگی کہ ان کی ابناءنا سے کون مراد ہیں نساءنا سے کون مراد ہیں اور انفسنا سے کون مراد ہیں لیکن یہ بات خود پیغمبر نے اپنے آپ اپنی طرف سے نہیں کہی تھی بلکہ خدا نے حکم دیا تھا کہ تم یہ اعلان کرو۔ لہذا اس صورت میں ابناءنا سے مراد اور نساءنا سے مراد اور انفسنا سے مراد وہ ہوں گے جنہیں خدا نے پیغمبر کے ابناءنا سمجھا ہے اور نساءنا سمجھا ہے اور انفسنا سمجھا ہے لہذا حتماً یہ بات خدا نے ہی پیغمبر کو بتلائی کہ خدا کے نزدیک ابناءنا سے کون مراد ہیں اور نساءنا سے کون مراد ہیں اور انفسنا سے کون مراد ہیں۔ ورنہ تو یہ بات سب جانتے تھے کہ پیغمبر کے کوئی صلبی اولاد نہیں تھی اور خدا نے پیغمبر کو " وهو اب لهم " امت کا باپ کہا ہے اور احادیث میں بھی پیغمبر کو امت کا باپ کہا گیا ہے۔ لہذا اس وقت تمام اصحاب پیغمبر تو یہی سمجھے ہوں گے کہ پیغمبر ابناءنا کے تحت امت کے تمام لوگوں کو ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ مگر کسی نے جانے کے لئے اظہار اس لئے نہیں کیا کہ آیت میں پیغمبر کو حکم یہ تھا کہ کہو ندع ابناءنا ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں لہذا جسے ساتھ لے جانا تھا اسے پیغمبر نے خود بلانا تھا خود ساتھ لے کر جانا تھا۔

اسی طرح نساءنا کا لفظ تھا اگرچہ نساءنا یعنی عورتیں ایسا لفظ تھا جو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی سب پر اطلاق پذیر ہے۔ لیکن عموماً نساء کا لفظ جب کسی کی طرف منسوب ہو تو اس سے عموماً زوجہ یعنی بیوی ہی مراد ہوتی ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ " یا نساء النبی

لستن کا حدٍ من النساء" (الاحزاب۔32)

اے نبی کی بی بیوں تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔

لہذا آیہ مباہلہ کے ذیل میں تمام ازواج پیغمبر آسکتی تھیں۔ مگر یہاں بھی سوال "ندع" کا تھا یعنی پیغمبر نے مباہلہ کے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے خود بلانا تھا اپنے آپ خود کسی نے ساتھ نہیں جانا تھا۔ اسی طرح انفسنا میں تمام افراد مراد لئے جاسکتے تھے۔ لیکن یہاں بھی مسئلہ "ندع" کا تھا یعنی پیغمبر نے جسے بھی ساتھ لے جانا تھا اسے خود بلا کر ساتھ لے جانا تھا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حتماً و یقیناً خدا نے "ثم ان علینا بیانہ" کے وعدہ کے مطابق ان مبہم اور غیر واضح الفاظ کی توضیح و مراد و مطلب و مفہوم کو اس آیت کے نزول کے ساتھ ہی پیغمبر کو بتلا دیا تھا۔

مباہلہ کے دن پیغمبر کا قیام کہاں تھا؟

جیسا کہ بیان ہوا مباہلہ کے لئے اگلا دن جو 9ھ کا 24 ذی الحجہ کا دن تھا مقرر ہوا تھا لہذا مباہلہ کا اعلان ہونے کے بعد نصارائے نجران تو اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے چلے گئے اور مہاجرین و انصار مدینہ اور تمام اصحاب پیغمبر بھی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ عدل بین الازواج کو ملحوظ رکھتے ہوئے ازواج کے یہاں باری باری قیام فرماتے تھے اور ہر زوجہ کو علیحدہ علیحدہ حجروں میں رکھا ہوا تھا۔ اور وہ دن حضرت ام المومنین ام سلمہ کی باری کا دن تھا۔ لہذا آپ سیدھے حضرت ام سلمہ کے یہاں اپنے اس حجرے میں تشریف لے گئے جس میں ام المومنین حضرت ام سلمہ قیام پذیر تھیں۔ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ

"حضرت اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ یہاں تک کے دن چڑھا پھر اس شان سے علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اپنے آگے اور جناب فاطمہ زہراؑ کو اپنے پیچھے لئے ہوئے روانہ ہوئے" حیات القلوب جلد دوم ص 782

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے یہ جو لکھا ہے کہ حضرت اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ یہاں تک کے دن چڑھا تو حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی ازواج کو جن حجروں میں رکھا ہوا تھا وہ سب کے سب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ ہی کی ملکیت تھے۔ لہذا وہ حجرہ جس میں ام سلمہ رہتی تھیں وہ بھی آپ ہی کی ملکیت تھا۔ لہذا علامہ مجلسی نے یہ بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ حضرت اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے اور دن چڑھے مباہلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن جس شان سے انہوں نے پیغمبر کا روانہ ہونا لکھا ہے۔ دوسری روایات میں یہ ترتیب اور طرح سے بیان ہوئی ہے جو اپنے مقام پر بیان ہوگی

پیغمبرؐ نے مباہلہ کے لئے کن افراد کو طلب کیا؟

جیسا کہ آیہ مباہلہ کے الفاظ ہیں کہ ندع ابناء نا الخ یعنی ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو، اسی طرح روایات میں بھی یہی بیان ہوا ہے کہ پیغمبرؐ نے افراد مباہلہ کو اپنے حجرہ میں طلب فرمایا اور وہ حجرہ وہ تھا جس میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رہا کرتی تھیں اور وہاں سے مجلسی کی حیات القلوب کے مطابق چاشت کے وقت روانہ ہوئے۔ صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ "لما نزلت ھذہ الآیۃ ندع ابناء نا و ابناء کم دعا رسول اللہ علیاً و فاطمہ و حسناً و حسیناً فقال اللھم ھولاء اھلی"

سیرۃ امیر المومنین مفتی جعفر حسین ص 316

بحوالہ صحیح مسلم جلد 2 ص 287

جب آیہ مباہلہ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ ندع ابناءنا وابناءکم تو رسول اللہ نے علیؑ کو اور فاطمہ کو اور حسنؑ کو اور حسینؑ کو طلب فرمایا اور کہا اے میرے اللہ یہی میرے اہل بیت ہیں۔

اور حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو کئی طریقوں سے بیان کیا ہے وہ حضرت ام سلمہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں" عن ام سلمه قالت فی بیتی نزلت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت . قال فارسل رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم الیٰ علی و فاطمه و الحسن و الحسین فقال هولاء اهل بیتی "

البلاغ المبین جلد 1 ص 497

بحوالہ مستدرک علی الصحیحین جز و 3 ص 146

ام المومنین حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ آیہ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تھی وہ کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ کو اور حسین علیہم السلام کو (میرے گھر) بلوایا اور فرمایا کہ یہ ہیں میرے اہل بیت۔

اور تذکار صحابیات کا مصنف اس روایت کو اس طرح سے نقل کرتا ہے

"ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے گھر تھے کہ" آیہ تطہیر" انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت " کا نزول ہوا حضورؐ نے حضرت فاطمہ الزہرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو بلایا اور ان پر اپنا کمبل ڈال دیا اور فرمایا بار الٰہا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ حضرت ام سلمہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں فرمایا تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو

(تذکار صحابیات ص 79)

ان تینوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر نے مباہلہ کے دن جانے کے لئے

علیؑ کو اور فاطمہؑ کو اور حسنؑ کو اور حسین علیہم السلام کو بلایا اور وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی باری کا دن تھا اور پیغمبر ان کے حجرے میں قیام پذیر تھے جیسا کہ جمع بین الصحاح الستہ میں زرین ابن معاویہ اندلسی نے بخاری و مسلم و موطا و سنن ابی داؤد و نسائی سے نقل کیا ہے" عن ام سلمه قالت ان هذه الایة نزلت فی بیتی و انا جالسة" عندالباب فقلت یا رسول الله الست من اهل البیت فقال انک علی الخیر انک من ازواج رسول الله و قالت فی البیت رسول الله و فاطمه و حسن و حسین مجللهم بکساء و قال اللهم هولاء اهل بیتی فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا

البلاغ المبین جلد 1 ص 50

بحوالہ جمع بین الصحاح ستہ زرین ابن معاویہ اندلسی

ترجمہ: حضرت ام سلمٰی فرماتی ہیں کہ آیہ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ میں گھر کے دروازے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ پس میں نے عرض کیا اے رسول خدا کیا میں اہل بیت میں نہیں ہوں جناب رسول خدا نے جواب دیا کہ تیری عاقبت بخیر ہے تو ایک نیک بی بی ہے اور ازواج رسول میں سے ہے اس وقت اس گھر میں فقط رسول خداؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسینؑ تھے۔ آنحضرت نے انکو اپنی عباء کے نیچے لے لیا اور عرض کی کہ اے خدا یہ میرے اہل بیت ہیں اس سے رجس کو دور رکھ اور انکو ایسا پاک رکھ جو پاک رکھنے کا حق ہے چونکہ پیغمبر اکرم نے ان چاروں افراد کو چادر کے نیچے لے لیا ہوا تھا جسے کساء کہتے ہیں اس لئے یہ حدیث حدیث کساء کے نام سے مشہور ہے اور جو اصحاب کساء کے نیچے تھے ان کو اصحاب کساء کہتے ہیں اور بعض نے چادر کی بجائے عباء کا لفظ لکھا ہے لہذا یہ حضرات آل عبا بھی کہلاتے ہیں علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ میں اس حدیث کساء کے بارے

میں لکھتے ہیں کہ۔

"اما حدیث الکساء فھو صحیح رواہ احمد والترمذی من حدیث ام سلمہ و رواہ مسلم فی صحیحہ من حدیث عائشہ"

البلاغ المبین جلد 1 ص 509

بحوالہ منہاج السنۃ الجز 1 ثالث ص 4

ترجمہ: حدیث کساء بالکل صحیح حدیث ہے اس کو امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے ام المومنین حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے اور مسلم نے اپنی صحیح میں ام المومنین حضرت عائشہ سے اس کو روایت کیا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ جس طرح سے اپنے حجرے سے باہر نکلے مورخین ومحدثین نے اسے بھی نقل کیا ہے چنانچہ محدث شیرازی آنحضرتؐ کے مباہلہ کے لئے باہر آنے کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں۔

"حال آنکہ حضرت از حجرہ شریف بیرون آمدہ بود حسینؑ ابن علیؑ را در زیر بغل و دست حسنؑ را بدست خویش گرفتہ فاطمہ و علی از عقب آن سرور بودند"

البلاغ المبین جلد 1 ص 209

بحوالہ روضۃ الاحباب ص 523

"آنحضرت حجرہ شریف میں اس حالت میں باہر نکلے کہ حسین ابن علیؑ کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے حسنؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فاطمہ اور علی آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔"

مجھے اس مقام پر علامہ حافظ کفایت حسین اعلی اللہ مقامہ کا مباہلہ کے لئے پیغمبر کے اس شان سے چلنے کے لئے ایک فقرہ یاد آتا ہے۔ جی چاہتا ہے اس قارئین کی نذر کروں

۔فرمایا کہ پیغمبر اس شان سے گھر سے چلے گویا کہ قرآن کی لفظیں تھیں جو چلی جا رہی تھیں۔

بہرحال اہل سنت کے معروف مفسر قرآن علامہ زمخشری نے بھی اپنی تفسیر کشاف میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے مباہلہ کے لئے چلنے کو حضرت عائشہ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم خرج و علیہ مرط مرحل عن شعر اسود فجاء الحسن فادخلہ ثم الحسین ثم فاطمہ ثم علی ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل بیت .الخ

" و فیہ دلیل لا شئی اقوی منہ علی فضل اصحاب الکساء علیھم السلام"

البلاغ المبین جلد 1 ص 210

بحوالہ تفسیر کشاف الجز الاول ص 307

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت مباہلہ کے لئے اس طرح نکلے کہ آپ کالی ردا اوڑھے ہوئے تھے حسن آئے انھیں آپ نے اپنی ردا کے اندر کرلیا۔ پھر حسین آئے انھیں بھی اپنی ردا کے اندر کرلیا پھر فاطمہ آئیں پھر علی آئے۔ ان کو بھی اپنی ردا کے اندر داخل کرلیا۔ پھر آیہ تطہیر تلاوت فرمائی کہ یہ اہل بیت ہیں جن سے رجس کو دور کیا گیا ہے اور جن کو پاک کیا گیا ہے۔ اس میں اصحاب کساء کے لئے نہایت قوی دلیل ان کی فضیلت کی ہے اور ریاض النضرہ میں یہ روایت حضرت ام المومنین ام سلمہ سے اس طرح مروی ہے۔

" عن ام سلمہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ جلل علی الحسن و الحسین و علی و فاطمہ کساء و قال اللھم ھولاء اھل بیتی و خاصتی اذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا". اخرجہ الترمذی و قال حسن

صحیح

البلاغ المبین جلد 1 ص 496

بحوالہ ریاض النضرہ جز 2 باب 4 فصل 6 ص 188

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا نے حسنؑ و حسینؑ و علیؑ و فاطمہؑ پر ایک چادر ڈالی اور فرمایا اے خدا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے رجس کو دور رکھ اور ان کو پاک رکھ جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے اس کو ترمذی نے بمعہ اسناد کے نقل کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ اور شیعہ عالم و محقق و محدث شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب مفاتیح الجنان میں اعمال روز مباہلہ کے بیان میں اس طرح لکھا ہے کہ

"مشہور روایت کے مطابق 24 ذوالحجہ عید مباہلہ کا دن ہے کہ اس روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی عباء اوڑھی پھر حضرت امیر المومنین علیہ السلام جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت حسن و حسین علیہما السلام کو اپنی عبا میں لے لیا تب فرمایا کہ بارالہا ہر نبی کے اہل بیت ہوتے ہیں اور میرے اہل بیت یہ ہیں پس ان سے ہر قسم کی ظاہری و باطنی برائی کو دور رکھ اور ان کو اس طرح پاک رکھ جو پاک رکھنے کا حق ہے اس وقت جبرئیل امین آیت تطہیر لے کر نازل ہوئے اس کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان چار ہستیوں کو اپنے ساتھ لیا اور مباہلے کے لئے نکلے نصارائے نجران نے آپ کو اس شان سے آتے دیکھا اور علامات عذاب کا مشاہدہ کیا تو مباہلہ سے دست کش ہو کر مصالحت کر لی اور جزیہ دینے پر آمادہ ہو گئے"

مفاتیح الجنان ترجمہ علامہ حافظ ریاض حسین نجفی ص 553

کساء یا عباء کے اوڑھنے میں کیا مصلحت تھی؟

ان تمام روایات سے جو اوپر نقل کی گئی ہیں بالفاظ واضح ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ روز مباہلہ اپنے اس حجرہ سے نکلے جس میں تمام پنجتن پاک موجود تھے جس میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ رہا کرتی تھیں۔ آیہ مباہلہ کے الفاظ ندع ابناءنا الخ کے مطابق تمام روایات کی گواہی یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو بلوایا یہ چاشت کا وقت تھا اور اس بات کی اطلاع خود خدا نے "ثم ان علینا بیانہ" کے مطابق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو دے دی تھی کہ ابناءنا سے مراد حسن و حسین ہیں اور نساءنا سے خدا کی مراد فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور انفسنا سے مراد خدا کی علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور یہی تمہارے اہل بیت ہیں۔ یہ حجرہ جس میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رہتی تھیں بہت زیادہ لمبا چوڑا نہ تھا یہ سب کے سب ایک ہی چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ام سلمہ بھی اسی چھت کے نیچے تشریف فرما تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان چاروں ہستیوں کو اپنی چادر یا کساء یا عباء کے اندر لے کر فرمایا "اللھم ھولاء اھل بیتی" بارالہا یہ میرے اہل بیت ہیں اگر پیغمبر ان ہستیوں کو عباء یا کساء یا چادر کے نیچے لے کر یہ نہ فرماتے کہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو اس چھت کے نیچے موجود تمام افراد اس جملہ سے اہل بیت مراد ہو سکتے تھے اور حضرت ام سلمہ کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی کہ "الست من اھل البیت" کیا میں اہل البیت میں سے نہیں ہوں۔ ہم اس مقام پر صحیح ینابیع الصحاح کا اردو ترجمہ مقام کی مناسبت سے دوبارہ درج کرتے ہیں۔

"حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیہ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تھی میں گھر کے دروازے

کے پاس بیٹھی ہوئی تھی پس میں نے عرض کی اے رسول خدا کیا میں اہل بیت میں نہیں ہوں جناب رسول خدا نے جواب دیا کہ تیری عاقبت بخیر ہے تو ایک نیک بی بی ہے اور ازواج رسول میں سے ہے۔ اس وقت اس گھر میں فقط رسول خدا علی و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ تھے۔ آنحضرت نے ان کو اپنی عباء کے نیچے لے لیا اور عرض کی اے خدا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے رجس کو دور رکھ اور ان کو ایسا پاک رکھ جیسا پاک رکھنے کا حق ہے

(جمع بین الصحاح الستہ)

اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہے کہ حضرت ام سلمہ بھی اسی کمرے میں پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان چاروں حضرات کو اپنی چادر یا کسا ویا عباء کے نیچے یا اندر لینے کے بعد ان کو محدود کر کے اور حضرت ام سلمہ کو اس چادر سے باہر رکھ کر اس انداز سے کہا کہ بار الہا یہ چاروں جو میری عبا کے اندر ہیں یہ ہیں میرے اہل البیت جس سے صاف سمجھ میں آجائے کہ جو بھی کوئی اس چادر یا کساء یا عباء سے باہر ہے وہ اہل البیت میں سے نہیں ہے۔ اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی چادر یا کساء یا عباء کے اندر لئے بغیر یہ جملہ کہتے تو حضرت ام سلمہ ہر صورت میں ایک ہی چھت کے نیچے ہونے کی وجہ سے اہل البیت میں شمار ہوتیں۔ چونکہ پیغمبر نے ان ہستیوں کو عباء کے اندر لے کر محدود کر کے اور انہیں کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا کہ بار الہا یہ ہیں میرے اہل البیت اسی وجہ سے ام المومنین حضرت ام سلمہ کو یہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی کہ یا رسول اللہ کیا میں اہل البیت میں سے نہیں ہوں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ کے یہ پوچھنے پر کہ کیا میں اہل البیت میں سے نہیں ہوں انؐ کے اہل البیت میں سے ہونے کی تو نفی ہوگئی مگر زبان رسالت سے "انک علی الخیر" کی سند مل گئی، کہ تم نیک بی بی ہو۔

اس بات کو تذکار صحابیات کے مصنف نے بھی لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے

پوچھا یا رسول اللہ کیا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں تو ان کو وہی جواب ملا جو جمع بین الصحاح میں آیا ہے۔ تذکار صحابیات ص 79

اب تک کے بیان سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت ام سلمہ کے حجرے میں ان چاروں ہستیوں کو عبا کے اندر محدود کر کے اس لئے "اللھم ھولاء اھل بیتی" کہا تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ جو بھی عبا سے باہر ہے وہ اہل بیت میں سے نہیں ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ پیغمبرؐ نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کے گھر جا کر کسی بیماری یا ضعف بدن کی وجہ سے چادر یمانی مانگ کر نہیں اوڑھی تھی بلکہ حضرت ام سلمٰی کے گھر میں یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ چاروں ہستیاں جو میری عباء کے اندر ہیں، بس یہی میرے اہل البیت ہیں، ان حضرات کو محدود کرنے کے لئے اپنی چادر یا کساء یا عبا کے اندر لیا تھا۔

اور جب آیہ تطہیر حضرت ام سلمہ کو ایک چھت کے نیچے پاس بیٹھے ہوئے ان کو اہل البیت میں قرار نہ دلا سکی۔ تو قرآن میں آیہ تطہیر کا ازواج کے ذکر کے ساتھ بیان ،ازواج رسول کو اہل البیت کیسے بنا سکتی ہے؟ یہ سب روایات یہ بھی کہتی ہیں کہ پیغمبر نے ان چاروں حضرات کو اپنی چادر یا کساء یا عباء کے نیچے یا اندر لے کر جہاں یہ کہا "اللھم ھولاء اھل بیتی" بار الہا یہ میرے اہل بیت ہیں وہاں یہ سب روایات یہ بھی کہتی ہیں کہ پیغمبر نے یہ کہنے کے بعد ساتھ ہی یہ دعا بھی فرمائی کہ "اذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا" بار الہا ان سے رجس کو دور رکھ اور ان کو ایسا پاک رکھ جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ تو یہ اس سنت الٰہیہ کے تحت تھا کہ وہ اپنے بندوں کو بغیر مانگے اتنی نعمتیں دے رہا ہے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ لیکن چاہتا وہ یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو جو نعمتیں دے چکا ہے اور جو نعمتیں دے رہا ہے اور جو نعمتیں وہ آئندہ دیگا ان کے لئے اس کا بندہ اس سے سوال کرے اس سے مانگے اور اس سے دعا کرے تا کہ اس سے یہ ظاہر ہو کہ اس کا بندہ، ان تمام نعمتوں کا دینے والا اس

کے سوا کسی اور کو نہیں سمجھتا۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خدا اپنے پیغمبر کے لیے علم کے دریا بہا رہا تھا لیکن پھر بھی کہتا ہے اے میرے حبیب "قل رب زدنی علما" تم یہ دعا کرو اے میرے پروردگار میرے علم میں زیادتی فرما۔

یہاں بھی خدا نے ان حضرات سے جو اصحاب کساء ہیں اور آل عباء ہیں، آل رسول ہیں اور اہل بیت پیغمبر ہیں۔ رجس کو دور رکھا ہوا ہے اور انھیں ایسا پاک و پاکیزہ رکھا ہوا ہے جیسا پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ لیکن خدا نے چاہا کہ پیغمبر ان کے لئے بھی مجھ سے دعا کرے اور یہ دعا ام المومنین حضرت ام سلمہ کے حجرے میں کرائی لہذا انھیں کے حجرے میں یہ آیت نازل فرمائی کہ

"انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطھر کم تطھیرا!"

تاکہ وہ اس کی گواہ رہیں کہ آیہ تطہیر جن کی شان میں نازل ہوئی ہے وہ ان میں شامل نہیں ہیں چونکہ آیہ تطہیر جن کی شان میں نازل ہوئی تھی وہ ان کی عصمت وطہارت کی گواہ ہے اور تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اس بات پر اور کسی کو اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ امہات المومنین یعنی ازواج پیغمبر معصوم نہیں تھیں لہذا کسی قسم کا ثبوت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی درخواست پر اور پوچھنے پر انہیں "انک علی الخیر" یعنی تم نیک بی بی ہو، کا تو سرٹیفکیٹ مل گیا لیکن ازواج پیغمبر کے اہل بیت میں نہ ہونے اور معصوم نہ ہونے کا فیصلہ بھی بالفاظ واضح ہو گیا۔

ایک بات جو حیران کن ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر نے ام المومنین حضرت ام سلمہ کے حجرے کے اندر ہی چاروں ہستیوں کو چادر کے اندر یا کساء کے اندر یا عباء کے اندر نہیں لیا بلکہ چاشت کے وقت جب ام المومنین حضرت ام سلمہ کے حجرے سے مباہلہ کے لئے اس شان سے باہر نکلے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے تھے امام حسن علیہ

السلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور پیچھے ساتھ ہی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ان کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام تھے تو اس وقت بھی تمام روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میدان مباہلہ تک پیغمبر اسی چادر یا اسی کساء یا اسی عباء کے نیچے سایہ کئے ہوئے یا اندر لے کر محدود کئے ہوئے چلے اور میدان مباہلہ میں بھی دو درختوں سے چادر باندھ کر اسی چادر کے نیچے بھی محدود ہو کر بیٹھے

اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ گو پیغمبر نے آیہ مباہلہ کے الفاظ "فقل تعالوا ندع ابناء نا" کے مطابق صرف حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہی بلوایا تھا اور کسی کو بھی نہیں بلوایا تھا لہذا وہ مباہلہ کے لئے پیغمبر کے ساتھ تو نہیں جا سکتے تھے۔ مگر بہر حال یہ ایک بہت بڑا واقعہ تھا جو ہونے والا تھا۔ پیغمبر اپنے اہل بیت کو لے کر مباہلہ کے لئے جا رہے تھے ۔ اور نصاریٰ کے بڑے پادری نے مباہلہ کے اعلان کے ساتھ ہی اپنے ساتھیوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر پیغمبر اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ آئیں تو ڈرو اور مباہلہ مت کرو اور اگر اپنے اصحاب کا لشکر لے کر آئیں تو بے فکر ہو کر مباہلہ کرو۔

اب میدان مباہلہ کا نقشہ یہ بنا ہوا تھا کہ دوسری طرف نصارائے نجران کے 84 آدمی کھڑے تھے اور ادھر سے تمام مدینہ مہاجرین وانصار زن و مرد یہ دیکھنے کے لئے امڈا ہوا تھا کہ دیکھئے مباہلہ کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ کوئی بھی عقلمند آدمی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ نصارائے نجران کو مباہلہ کا چیلنج کیا ہو جسے تمام مہاجر و انصار اہل مدینہ نے سنا ہو اور وہ مباہلہ کے دن اپنے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھے رہے ہوں۔ بیشک مباہلہ کے لئے پیغمبر کے ساتھ نہ گئے ہوں مگر مباہلہ کے دن اہل مدینہ کسی طرح بھی گھروں میں دبک کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ یقیناً اہل ایمان تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی کامیابی کی دعائیں کرتے ہوئے نکلے ہوں گے اور منافق بھی یہ دیکھنے کے لئے نکلے ہوں گے کہ آج پتہ چل جائیگا کہ پیغمبری کا دعویٰ کیسا ہے؟

لہذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ افراد مباہلہ کو جن کی تعیین خدا نے کی تھی اور جن کا تعارف اہل بیت پیغمبر کے طور پر خدا نے کرایا تھا اس انداز سے چادر کے نیچے یا کساء کے نیچے یا عباء کے نیچے محدود کر کے میدان مباہلہ میں لے کر چلے کہ نمایاں طور پر سب کو معلوم ہو جائے کہ مباہلہ کے لئے پیغمبر کن کو ساتھ لائے ہیں اس جم غفیر میں علیحدہ سے معلوم ہو کہ یہ ہیں جو میدان مباہلہ میں مباہلہ کے لئے جا رہے ہیں۔ اور میدان مباہلہ میں پہنچ کر بھی پیغمبر نے ان افراد مباہلہ کو محدود رکھا اور نمایاں کرنے کے لئے دو درختوں سے چادر باندھ کر علیحدہ سے ظاہر کیا کہ یہ ہیں افراد مباہلہ یہ ہیں اہل بیت پیغمبر جو مباہلہ میں بھی ایک چادر کے نیچے محدود ہو کر بیٹھے ہیں۔

اہل سنت کے معروف مفسر علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ نصاریٰ کی نظر جب ان پاک اور معصوم ہستیوں پر پڑی تو ان پر ایک رعب طاری ہو گیا اور ان معصوم ہستیوں کو دیکھ کر لرز اٹھے اور ان کے سردار ابو حارثہ نے کہا۔

یا معاشر النصاریٰ انی لاری وجوھا لو شاء اللہ ان یذیل جبلا من مکانہ لذالہ بھا فلا تباھلوا فتھلکوا'

سیرۃ امیر المومنین ص 317

بحوالہ تفسیر کشاف زمخشری پارہ 3

ترجمہ: اے گروہ نصاریٰ میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ چاہے کہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکا دے تو وہ ان چہروں کی خاطر سرکا دے گا۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ تباہ و برباد اور ہلاک ہو جاؤ گے۔

علامہ مجلسی نے بھی تفسیر کشاف کی مذکورہ عبارت کو اپنی کتاب حیات القلوب جلد میں نقل کیا ہے جو اس طرح ہے۔

صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ اسقف نجران نے کہا کہ اے گروہ نجران میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر دعا کریں گے تو خدا پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے گا۔ لہذا ان سے مباہلہ مت کرو کیونکہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب مباہلہ سے انکار کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر مسلمان ہو جاؤ اور ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت نے ان سے صلح کر لی کہ ہر سال وہ دو ہزار حلے ماہ صفر میں اور دو ہزار حلے ماہ رجب میں اور تیس قدیم زرہیں دیا کریں گے۔

یہ نئے چہرے کون سے تھے؟

روایات سے یہ بات اچھی طرح سے ثابت ہے کہ 23 ذی الحجہ تک مسجد نبوی میں نصارائے نجران کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ مناظرہ ہوتا رہا اس میں 84 کے قریب نصارائے نجران مسجد نبوی میں موجود رہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہمراہ تمام اصحاب مہاجر و انصار مدینہ بھی موجود تھے اور خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اور حضرت علی علیہ السلام بھی وہاں موجود تھے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے تو بالمشافہ مناظرہ تھا۔
لہذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا اور حضرت علی کا چہرہ تو خوب اچھی طرح سے دیکھا ہوا تھا۔
اب یہ نئے چہرے جنہیں اب نصارائے نجران دیکھ رہے تھے کن کے چہرے تھے؟ اور یہ کون تھے؟ تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان نئے چہروں میں ایک خاتون جنت سیدہ نساء العالمین حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا تھیں جو مسجد نبوی میں مناظرہ کے وقت موجود نہیں تھیں دوسرے الحسن والحسین سید شباب اھل الجنۃ تھے جو ابھی بچے تھے لہذا یہ بھی بوقت مناظرہ مسجد نبوی میں موجود نہیں تھے لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ نئے چہرے جو مسجد نبوی میں

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ مناظرہ کے وقت موجود نہیں تھے۔

حق بیانی اگرچہ لوگوں کو بری لگتی ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اسقف نصاریٰ تھا کافر مگر تھا صورت شناس۔ دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہ ہستیاں ہیں کہ اگر یہ خدا سے دعا کریں تو خدا ان کی دعا سے پہاڑ کو بھی اپنی جگہ سے سرکا دے گا۔ مگر افسوس یہی خاتون جنت سیدہ نساء العالمین اپنے انہی دونوں فرزندوں الحسن والحسین سیدی شباب اھل الجنۃ کو باغ فدک کے ہبہ کے دعویٰ میں گواہوں کے طور پر مسلمانوں کے دربار میں لے کر گئیں مگر ان کی گواہی کو رد کر دیا گیا۔

آیت مباہلہ کی وسعت

خداوند تعالیٰ ہی اس وسعت کی حکمت سے آگاہ ہے کہ اس نے آیت مباہلہ میں اس قدر وسعت کیوں رکھی جب صرف حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہی لے جانا مطلوب تھا تو ابناءنا جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا۔ جبکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے کوئی صلبی بیٹا تھا بھی نہیں اور خود خدا نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو امت کے لئے بمنزلہ باپ کے قرار دے دیا تھا۔ لہذا ساری امت خود کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی معنوی اور روحانی اولاد ہی سمجھتی ہیں۔ پھر نساءنا بھی جمع کا صیغہ ہے اگرچہ نساء میں ماں، بہن، بیوی اور بیٹی سب ہی شمار ہو سکتی ہیں لیکن عرف عام میں جب نساء کا لفظ کسی کی طرف منسوب ہو تو اس سے بیویاں تو تمام ہی مراد ہو سکتی تھیں۔ لہذا ساری کی ساری موجود بیویاں جو اس وقت نو (9) کی تعداد میں حیات تھیں اس آیت کی وسعت میں آتی تھیں اور انفسنا میں تو سارے ہی نفوس ساتھ لئے جا سکتے تھے جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس وسعت کی اصل حکمت سے آگاہ ہے۔ لیکن آیت کی اس وسعت میں ایک حکمت تو

صاف نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر خدا یہ کہہ دیتا کہ اے میرے حبیب تم اپنے دونوں نواسوں یعنی حسنؑ اور حسینؑ کو اور اپنی بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو اور اپنے ابن عم کو ساتھ لے جاؤ تو کہنے والے کہہ سکتے تھے کہ حکم ہی محدود تھا ورنہ مباہلہ کے لئے ساتھ جانے کی قابلیت وصلاحیت واستعداد تو ہم میں بھی تھی لہذا خدا نے آیت کو اتنی وسعت کے ساتھ بیان کر کے یہ بات ہی ختم کر دی کہ کوئی یہ کہہ سکے کہ مباہلہ میں ہم بھی جا سکتے تھے چونکہ خدا نے حکم ہی محدود کر دیا تھا اس لئے پیغمبر ہمیں ساتھ نہ لے گئے۔ اور یہ بات ایک خدائی معجزہ سے کم نہیں ہے کہ بنی امیہ کے کارخانہ حدیث سازی میں معاویہ کے حکم سے ان تمام احادیث کے مقابلہ میں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور اپنے اہل بیت کی فضیلت اور شان میں بیان فرمائی تھیں ویسی ہی احادیث اصحاب کی شان میں گھڑ گھڑ کر پھیلا دی گئی تھیں۔ حتیٰ کہ حضرت علی علیہ السلام کے وہ خطابات و القابات جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی علیہ السلام کو دیئے تھے اور خود حضرت علی دعوے کے ساتھ برملا سب کے سامنے کہا کرتے تھے کہ پیغمبر نے یہ القاب مجھے عطا کئے ہیں جو کوئی کسی اور کے لئے ان القابات کا استعمال کرے وہ جھوٹا ہے، وہ بھی دوسروں سے منسوب کر دیئے گئے حالانکہ نہ تو ان لوگوں نے جن سے یہ القابات منسوب کئے گئے کبھی اس بات کا دعویٰ کیا اور نہ ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے ان القاب کا کسی دوسرے کے لئے کوئی ثبوت ہے مگر ان القابات کی دوسروں کے لئے ایسی شہرت دی کہ ان کے نام کا جزو بنا دیا گیا اور جسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ القاب دیئے تھے ساری دنیا ہی اس سے بے خبر اور غافل ہو گئی۔ لیکن آیہ مباہلہ میں ابناءنا کے الفاظ کے باوجود جس سے لوگوں کو اچھی طرح مغالطہ میں رکھا جا سکتا تھا اور نساءنا کے باوجود جس کے لئے قرآنی شہادت پیش کی جا سکتی تھی کہ نساءنا سے مراد ازواج پیغمبر ہیں اور بڑی آسانی کے ساتھ کہا جا سکتا تھا کہ تمام

ازواج پیغمبر مباہلہ میں ساتھ گئی تھیں ۔ لیکن کوئی تاریخ، کوئی حدیث کی کتاب اور کوئی سیرت
کی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں افراد مباہلہ ان پانچوں افراد یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
اور حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت امام حسن علیہ السلام اور
حضرت امام حسین علیہ السلام کے ناموں کے علاوہ کسی اور کا نام لکھا ہو ۔ ہر ایک نے افراد
مباہلہ میں بھی یہی نام لکھے ہیں اور اہل بیت پیغمبرؐ بھی انہیں کو لکھا ہے اور آیہ تطہیر بھی انہی
کی شان میں بیان کی ہے اور یقیناً یہ بات ایک خدائی معجزہ ہے اور پیغمبرؐ کے اس احتیاط عمل کا
نتیجہ ہے کہ نہ صرف حضرت ام سلمہ کے گھر میں اپنی چادر یا عباء کے اندر لے کر کہا کہ "**اللھم
ھولاء اھل بیتی**" بلکہ جب گھر سے میدان مباہلہ کی طرف روانہ ہوئے تو بھی چادر کے
اندر کساء کے نیچے یا عباء کے سایہ میں ان چاروں کو لے کر چلے اور جب میدان مباہلہ میں
جا کر بیٹھے تو بھی چادر کے نیچے محدود ہو کر بیٹھے تا کہ وہ لوگ جو تماشا دیکھنے آئے ہوئے تھے
الگ نمایاں رہیں۔

خدا کے کلام اور انسانوں کی انشاء پردازی کا فرق

وہ حدیث کساء جو جابر ابن عبداللہ انصاری سے مروی ہے اور ہمارے درمیان
رائج ہے اگرچہ اس کی انشاء پردازی کرنے والے نے قلم توڑ دیا ہے اور اپنی دانست میں
تعریف کا کوئی پہلو بچنے نہیں دیا۔ مگر جس طرح خداوند تعالی نے افراد مباہلہ کی تعیین کر کے
اہل بیت پیغمبر کا تعارف کرایا ہے اور جس طرح کساء کے اندر یا عباء کے نیچے لینے کی
مصلحت واقعہ مباہلہ میں عیاں ہوئی ہے جابر والی روایت اس سے خالی ہے۔

سب سے پہلے تو جابر ابن عبداللہ انصاری کا حضرت فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا

سے روایت کرنا ہی محل نظر بنتا ہے، کیونکہ یہ مشہور روایت ہے کہ ایک دفعہ جابر ابن عبداللہ
انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے ملنے کے لئے آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی
۔ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اس وقت بابا کے پاس تشریف فرما تھیں ۔ کہا بابا میں ذرا
پردے میں ہو جاؤں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا بیٹی وہ تو نابینا ہے ۔ سیدہ نساء
العالمین نے فرمایا بابا وہ نابینا ہے تو میں تو نابینا نہیں ہوں۔

اس حدیث کساء میں یہ کہا گیا ہے کہ اتنی لمبی چوڑی داستان حضرت فاطمہ فاطمہ
سلام اللہ علیہا نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے بیان فرمائی ۔ حالانکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ خود زندہ تھے اور آیہ تطہیر کے نازل ہونے کے تقریباً سوا سال بعد تک زندہ رہے اور
حضرت علی علیہ السلام خود اس واقعہ کے بعد تقریباً بتیس سال تک زندہ رہے جبکہ حضرت
فاطمہ بابا کے انتقال کے بعد زیادہ سے زیادہ اڑھائی ماہ زندہ رہیں اور ان اڑھائی ماہ میں
اپنے والد بزرگوار کی وفات پر اور ان مصیبتوں پر جو ان کے شوہر نامدار پر گذریں گریہ کرتی
رہیں ۔ شاید اسی لئے اب جو نئی حدیث کساء بازاروں میں آرہی ہے اس میں سے جابر ابن
عبداللہ انصاری کا نام اڑا دیا گیا ہے اور **روی عن فاطمہ الزھرا سلام اللہ علیھا**
سے شروع کیا گیا ہے اور حضرت فاطمہ نے کس سے بیان کیا یہ بیان نہیں کیا۔

پھر کہاں خدا کی طرف سے حکم، مباہلہ کے اعلان کرنے کا اور کہاں معاملہ افراد
مباہلہ کی تعیین کے ساتھ اہل بیت پیغمبرؐ کے خدا کی طرف سے تعارف کرانے کا اور کہاں

معاملہ پیغمبرؐ کے ضعف بدن کی شکایت کر کے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا سے چادر مانگ کر لیٹ جانے کا۔

پھر اس حدیث کساء کے لکھنے والے نے جس نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے گھر کے سارے ہی افراد گھر سے غیر حاضر کر دیئے پھر کہیں سے حسینؑ آگئے انہیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ نانا ہمارے گھر میں آئے ہوئے ہیں۔ انہیں نانا کی خوشبو محسوس ہوئی تو والدہ گرامی سے پوچھا کہ مجھے تو آپ کے پاس نانا کی خوشبو آرہی ہے تو اس وقت حسینؑ کو والدہ گرامی کے بتلانے پر پتہ چلا کہ نانا ہمارے ہی گھر میں تشریف فرما ہیں۔ پھر حضرت امام حسینؑ ہی گھر سے غیر حاضر نہیں تھے بلکہ سب ہی گھر سے کہیں گئے ہوئے تھے لہذا پھر امام حسنؑ آئے پھر حضرت علی علیہ السلام آئے اور سب کے سب باری باری نانا سے اجازت لے کر چادر کے اندر داخل ہو گئے۔

آخر یہ سب کے سب کہاں گئے ہوئے تھے کہ انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ نانا ہمارے گھر میں آئے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا بھی اجازت لے کر داخل ہو گئیں۔

پھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے مباہلہ کے سلسلہ میں تو کساء کے اندر یا عبا کے اندر اصحاب کساء اور آل عبا کو اس لئے لیا تھا تا کہ اپنے اہل بیت کو محدود کر سکیں اور دوسرے ان میں خوانخواہ میں شمار نہ ہو جائیں۔ جس طرح قرآن میں آیہ تطہیر کے ازواج کے بیان کے

ساتھ لکھا ہوا ہونے کی وجہ سے بعض نے انہیں اہل بیت شمار کر لیا ہے۔ مگر اس حدیث کساء کے لکھنے والے نے پھر بھی جبرئیل کو کساء کے اندر داخل کر ہی لیا۔ حالانکہ جبرئیل کے کساء کے اندر داخل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

بہر حال یہ حدیث کساء چاہے جابر سے مروی ہو یا بغیر کسی راوی کے بیان کے روی عن فاطمة الزهراء سلام الله عليها لکھی۔ میں خود اس حدیث کساء کو مومنین کی فرمائش پر خصوصی طور پر تقریب نکاح سے پہلے پڑھتا ہوں۔ مگر جس طرح کسی شاعر کا کلام مدح اہل بیت میں پڑھا جاتا ہے اس طرح پڑھتا ہوں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی بیان کردہ حدیث سمجھ کر نہیں پڑھتا۔ کیونکہ کسی معصوم کی طرف ایسے قول کی نسبت دینا جو انہوں نے نہ کہا ہو گناہ ہے اور مبطل روزہ ہے اگر روزہ کی حالت میں پڑھا جائے اور اس حدیث کساء کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ موجودہ دور کے ایک مرجع اعظم کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ اس حدیث کساء کو روزہ کی حالت میں نہیں پڑھنا چاہئے اور ایک اور آیت اللہ العظمٰی اور مرجع اعظم شیعیان جہاں کے بارے میں یہ سنا ہے کہ ان کا کہنا یہ تھا کہ اس حدیث کساء کی کوئی سند نہیں ہے۔

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ہمارے واعظین و مقررین علماء کو جب یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ازواج پیغمبر اہل بیت نہیں ہیں تو آیہ تطہیر کو حضرت ام سلمہ کے حجرہ میں نازل ہونے والی روایت سے بیان کرتے ہیں اور ام المومنین حضرت ام سلمہ کا یہ قول بڑے زور دار طریقے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ کیا میں اہل بیت سے نہیں۔ تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تم ازواج میں سے ہو یعنی تم اہل بیت میں سے نہیں ہو۔ اور جب اپنی مرضی کے دلائل دینے ہوں تو پھر اس حدیث کساء سے استدلال کرتے ہیں جس میں پیغمبرؐ نے حضرت

فاطمہ سلام اللہ علیھا کے گھر جاکر ضعف بدن کی شکایت کر کے یمانی چادر مانگی اور اسے اوڑھ کر لیٹ گئے اور پھر اس مضمون نگار کی انشاء پردازی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

جب کوئی بات شہرت عام کی حیثیت حاصل کر لے اور اس کے بارے میں کوئی صحیح تحقیقی بات لکھے تو اکثر چہ مے گوئیاں ہوتی ہیں اعتراضات ہوتے ہیں اور اس تحقیق کو پیش کرنے والے کو برا بھلا کہا جاتا ہے لہذا ہماری اس تحقیق پر بھی لوگ ایسا ہی کریں گے لیکن جس طرح گلیلیو نے کہا تھا کہ کسی کے برا بھلا کہنے سے اب زمین کی حرکت نہیں رک سکتی، اسی طرح کسی کے برا بھلا کہنے سے ہماری اس تحقیق کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ لیکن حتماً و یقیناً بلا شک وشبہ یہ حدیث مسلمہ ہے کہ اصحاب کساء اور آل عباء یہی خمسہ نجباء ہیں اور کساء اور عباء کے اندر دوسروں سے ممیز و ممتاز اور محدود کرنے کے لئے مباہلہ میں جانے کے لئے پیغمبر اکرم نے خصوصی طور پر لیا تھا اور ان چاروں افراد کو کساء کے اندر یا عباء کے اندر لینے کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے " اللھم ھولاء اھل البیتی "فرمایا تھا۔ اور یہ آیہ تطہیر انہیں کی شان میں نازل ہوئی تھی تا کہ یہ ظاہر کر دیا جائے کہ مباہلہ کے میدان میں جو ہستیاں جا رہی ہیں وہ سب کی سب سچی طاہر و مطاہر اور معصوم ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

مولف کی تالیفات ایک نظر میں

نمبر	نام کتاب	طبع		
1	شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
2	شیعہ جنت میں جائیں گے مگر کونسے شیعہ	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
3	تبصرہ المھوم علی اصلاح الرسوم والیضاح الموھوم	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
4	شیعہ علماء سے چند سوال	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
5	نور محمد ﷺ اور نوع نبی وامام	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
6	شیخیت کیا ہے اور شیخی کون	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
7	العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعہ والشیخیہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
8	خلافت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
9	امامت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
10	ولایت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
11	حکومت الہیہ اور دنیاوی حکومتیں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
12	فلسفہ تخلیق کائنات در نظر قرآن	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
13	شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
14	شعار شیعہ اور رمز تشیع کیا ہے اور کیا نہیں ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
15	بشریت انبیاء ورسل کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
16	تحفہ اشرفیہ بجواب تحفہ حسینیہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
17	آیت سخرہ اور قرآن کا درس توحید	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
18	معجزہ اور ولایت تکوینی کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
19	شریعت کے مطابق تشہد کیسے پڑھنا چاہیے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
20	سوچیے کل کے لیے کیا بھیجا ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
21	تعیین افراد مباہلہ یا تعارف اہل بیت پیغمبرؐ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
22	حیثیت ومقام انسانی اور خلافت کی کہانی	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
23	شیخیت کیا ہے اور شیخیت کا شیعہ علماء سے ٹکراؤ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
24	اصل حقیقت کیا ہے؟ بجواب شہادت ولایت علی ناقابل تردید حقیقت	//	مطبوعہ	موجود ہے
25	تطہیر وتقدیس منبر ومحراب	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
26	کشف الحقائق وشرح دقائق	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے